قتال فی سبیل اللہ اور ثابت قدمی

﴿ فَاِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡہُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ ٭ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَہَا ۚ ذٰلِکَ ؕ وَ لَوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ لَانۡتَصَرَ مِنۡہُمۡ وَ لٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَا بَعۡضَکُمۡ بِبَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَلَنۡ یُّضِلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ۝ سَیَہۡدِیۡہِمۡ وَ یُصۡلِحُ بَالَہُمۡ ۝ وَ یُدۡخِلُہُمُ الۡجَنَّۃَ عَرَّفَہَا لَہُمۡ ۝ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ ﴾ [محمد: ٤٧/ ٤-٧]

’’پس جب تم ان کافروں کو ملو تو ان کی گردنیں مارا کرو یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو تم ان کو مضبوطی کے ساتھ قید کر لیا کرو۔ اس کے بعد ان کو یا تو احسان کر کے یا عوض لے کر رہا کر دیا کرو۔ یہاں تک کہ لڑائی ختم ہو جائے۔ یہی حکم ہے۔ اور خدا چاہتا تو خود ان سے بدلہ لے لیتا لیکن اس کو منظور ہے کہ تم میں سے بعض کو بعض کے حق میں جانچے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں خدا ان کے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کو ہدایت کرے گا اور ان کا حال سنوارے گا۔ اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جو پہلے سے ان کو پہچنوا رکھی ہے۔ مسلمانو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کرے گا۔‘‘

اعلان داخلہ

آغاز 6 شوال المکرم سے

تمام تر سہولتوں سے مزین پاکستان کی منفرد اور مثالی درسگاہ

دارالعلوم المحمدیہ

دینی اور دنیاوی تعلیم کا بہترین اور معیاری انتظام

ہر لحاظ سے آپ کے بچوں کے تابناک اور روشن مستقبل کا ضامن

الحمدللہ جامعہ ھٰذا کا **مدینہ یونیورسٹی** سے الحاق ہو چکا ہے

دارالعلوم ہذا سے فارغ تحصیل طلباء کا مندرجہ ذیل اسلامک یونیورسٹیوں میں داخلہ کی کوشش کی جاتی ہے

الجامعہ الاسلامیہ مدینہ منورہ　　جامعہ الملک سعود الریاض　　جامعہ ام القری مکہ مکرمہ

شعبہ جات و شرائط داخلہ

1۔ کلیۃ القرآن: حفظ قرآن (ضبط منزل کیساتھ) کم از کم پرائمری پاس ہو۔

2۔ علوم الاسلامیہ (درس نظامی): امیدوار میٹرک پاس ہو، حافظ قرآن (اُردو لکھ پڑھ سکتا ہو) مڈل پاس ذہین طلبہ بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

3۔ تجوید القرآن: مکمل حفظ القرآن (ضبط منزل کیساتھ)

4۔ تحفیظ القرآن: پرائمری پاس ہو۔

5۔ علوم عصریہ: بی اے تک کے امتحانات کی تیاری، کمپیوٹر کے اسپیشل کورسز۔

سہولیات

1۔ وفاق المدارس سے الحاق اور اس کے امتحانات کی تیاری۔

2۔ رہائش، علاج معالجہ، طعام و قیام بذمہ دارالعلوم۔

3۔ طلباء کے لیے معقول ماہانہ وظیفہ۔ 4۔ بی اے تک تعلیم کا معقول انتظام

5۔ تحریر و تقریر اور اخلاقی تربیت کا خصوصی اہتمام۔

6۔ علوم اسلامیہ (درس نظامی) اور کلیۃ القرآن کے طلباء کیلئے عربی اور انگلش لینگویج کا خصوصی اہتمام۔

7۔ جدید عصری تقاضوں کے مطابق کمپیوٹر کی تعلیم لازمی۔

عظیم خوشخبری

دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلباء کے لیے **دورہ تخصص** کا انتظام کیا گیا ہے (دورانیہ چھ ماہ) جس میں طلباء کو **کمپیوٹر** کا ڈپلومہ بھی کروایا جائے گا۔ دوران دورہ طلباء کو **500** روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ پروگرام کے اختتام پر تمام طلباء کو اسناد بھی دی جائیں گی

نوٹ

داخلہ کے وقت سرپرست کا ہونا ضروری ہے۔

الداعی الی الخیر: حاجی عبدالقیوم مہتمم دارالعلوم المحمدیہ نزد مین گیٹ لوکو ورکشاپس مغلپورہ لاہور

فون: 6852070 - 6813434 فیکس: 6840975 -

Web site: www.dua.org.pk

Email: darululum@hotmail.com

فہرست

نیکی پر تعاون

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۖ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ [المائدة: ٢]

''اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی امداد نہ کرو۔''

اچھا وزیر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی حاکم وقت کے متعلق اچھا ارادہ کرتے ہیں تو اسے مخلص وزیر عطا فرمادیتے ہیں کہ اگر وہ کوئی ضروری بات بھول جائے تو وہ اسے یاددلادے اور اگر اسے کوئی کام یاد ہو تو وہ اس کی انجام دہی میں اس کے ساتھ تعاون کرے اور جب اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اچھا ارادہ نہ کرے تو اسے برا وزیر دے دیتے ہیں جو اسے بھولی ہوئی بات یاد نہیں دلاتا اور جو کام اسے یاد ہوں ان میں اس کی مدد نہیں کرتا۔'' [ابوداؤد: ٢٩٣٢]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰذَيْتُهٗ شَتَمْتُهٗ، لَعَنْتُهٗ، جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَكٰوةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

''اے اللہ! میں تیرے پاس سے یہ وعدہ کہتا ہوں کہ تو مجھ سے اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ میں تو ایک انسان ہوں تو جس مومن کو بھی میں نے تکلیف دی، گالی دی، لعنت کی یا کوڑا مارا تو اس زیادتی کو اس کے لیے دعا اور گناہوں سے پاکیزگی کا سبب اور قرب کا وہ ذریعہ بنادے جس کے سبب وہ قیامت کے روز تیرے قریب ہو سکے۔''

[بخاری: ٦٣٦١]

17 تا 23 اکتوبر 2008ء......(1444)......17 شوال المکرّم 1429ھ

اسلام اور دفاع مملکت

اداریہ ═══════ حافظ احمد شاکر

''اسلام'' بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا پسند فرمودہ دین ہے، تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی دین کے پیرو اور داعی تھے۔ پھر یہ دین آخر الزماں پیغمبر سید الاوّلین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہوا اور قیامت تک تمام انسانوں کو آپ ﷺ کی نبوت کے تابع اسی دین کی پابندی کا حکم دیا گیا اور فرما دیا گیا کہ ''جو شخص اب کوئی اور دین لے کر آئے گا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

اس دین کی خوبیوں اور کمالات میں سے یہ بات بھی ہے کہ یہ دین جامع ہے، اس میں عقائد وعبادات سے لے کر اخلاقیات ومعاملات تک، معاشرت ومعاشیات سے لے کر سیاسیات تک نیز مسلمانوں کے داخلی وخارجی امور کے ساتھ ساتھ حالت جنگ وامن الغرض زندگی کے تمام شعبہ جات، تمام مواقع ومقامات اور حالات سے متعلق بے مثال رہنمائی کی گئی ہے۔

اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اُس کے تحفظ ودفاع اور اس پر اٹھنے والے اخراجات سے متعلقہ احکام بھی اسلام کی سنہری تعلیمات کا حصہ ہیں۔

⦿......سورۂ انفال [۸/۶۰] میں ارشاد ہے کہ ''اور ان کافروں کے مقابلے میں ہر ممکن طاقت اور فوجی گھوڑے تیار رکھو......'' اس آیت کے اخیر میں اس راہ کے اخراجات (یعنی دفاعی اَخراجات) کو بھی انفاق فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔

⦿......''صلوۃ الخوف'' سے متعلقہ ہدایات دیتے ہوئے بار بار فرمایا ﴿ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ ... وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ... وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ﴾ کہ ''دورانِ نماز اپنے ہتھیار لیے رہیں''، ''اپنا بچاؤ کیے رکھیں اور اسلحہ اٹھائے رکھیں''، ''اپنے بچاؤ پر نظر رکھو''۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دفاع کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اسی بات سے ہو رہا ہے کہ نماز کے دوران بھی اس سے غفلت کی گنجائش نہیں۔

⦿...... مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے اَطراف واَکناف میں دفاعی نقطہ نظر اور حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے دستے روانہ کرنے شروع کر دیے تھے، جیسے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا دستہ ''نخلہ'' کی طرف، نیز وہ دستہ جو والیٔ یمامہ ''ثمامہ بن اُثال'' کو پکڑ لایا تھا اور بعد ازاں وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

⦿......حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب اسلام کو قوت وحشمت اور غلبہ حاصل ہو گیا تو انصار نے خفیہ طور پر مشورہ کیا کہ اب اسلام کے پیروکار، مددگار اور معاون بہت تعداد میں ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اب ہمیں اپنے اموال اور جائدادوں کا بھی کچھ خیال کرنا چاہیے، ان کی اصلاح اور بڑھوتری کی فکر کرنی چاہیے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، (ترجمہ): ''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہی رہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'' مطلب یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اور دفاع عن الامت پر خرچ کرنے سے منہ موڑنا اپنے آپ کو ہلاکت وبربادی میں ڈالنا ہے۔

⦿......شام کی طرف سے ابوسفیان کا جو قافلہ مکہ مکرمہ واپس آ رہا تھا اُس کی غرض وغایت اہل مکہ کی معاشی بہتری اور اس کے نتیجے میں مدینہ منورہ کی نو قیام شدہ اسلامی ریاست کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اسلحے کا حصول تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قافلے کو رستے میں ہی روک لینے کا جو پروگرام تشکیل دیا تھا وہ دراصل اسی بات کی غمازی کرتا ہے کہ ریاست کی محافظت ودفاع کے لیے آپ ﷺ کس قدر فکرمند،

متحرک اور فعال تھے۔ نیز اس میں سبق کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کسی بھی امیر سلطنت کے لیے اپنی مملکت کے دفاع سے غفلت کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت تامہ کے تحت آپ ﷺ کی اِس دفاعی کوشش کو اِقدامی جہاد میں تبدیل فرما دیا اور ﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ کی صورت کا عملاً اظہار فرما دیا چناں چہ ۳۱۳ نہتوں کو ایک ہزار ہتھیاروں والوں پر بے مثال فتح نصیب ہوئی۔ وللہ الحمد

⦿ ...... اللہ تعالیٰ نے سابقہ متعدد انبیائے کرام، اُن کی امتوں اور نبی مکرم محمد ﷺ اور اُن کی امت کو جہاد کا جو حکم فرمایا ہے اُس کا مقصد بھی مسلمانوں کا بالخصوص اور دیگر انسانیت کا بالعموم دفاع اور دنیا میں امن و آشتی کا قیام ہی تھا اور ہے، شر و فساد سے، ظلم و جور اور طغیان و عدوان سے ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور اگر اللہ (شر پسند و فساد پرور کافر) لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں (مجاہدین) کے ذریعے نہ روکے تو زمین میں ہر طرف فساد پھیل جائے، اور لیکن اللہ اہل جہاں پر فضل والا ہے۔''

الغرض اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اُس کے تحفظ و دفاع کی ذمہ داری اُس کے عوام پر بالعموم اور اُس کے سربراہان پر بالخصوص عائد ہوتی ہے۔ اگر یہ ذمہ داری ادا نہ کی جائے تو پھر قرآن کے ارشاد کے مطابق ﴿ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ﴾ ''کافروں کی خواہش ہے کہ تم اپنے اسلحہ اور (دفاعی) ساز و سامان سے لاپروا ہو جاؤ تو وہ یکبارگی ہی تم پہ ٹوٹ پڑیں۔''

....

کئی ملکوں نے پاکستان کے بعد آزادی و استقلال حاصل کیا اور آج وہ دنیا کے بڑے ملکوں (طاغوتوں) کو آنکھیں دکھا رہے ہیں، وہ اپنی آزادی اور خود مختاری پر کسی قسم کی آنچ برداشت نہیں کرتے۔ مگر ہمارے ہاں ہر معاملہ ہی الٹ اور ہر منطق ہی نرالی ہے۔ لا إلــــه الا الــلــه مـحـمـد رسول الله کا نعرہ لگا کر پاکستان حاصل کر لینے کے بعد ساٹھ برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔ یہود و ہنود کی سازشیں تو تھیں ہی وہ قوم...... عیسائی...... جسے ہم نے اپنا دوست اور ہم راز بنا لیا تھا اس نے خاص طور پر اپنی دسیسہ کاریوں سے ہمیں ایک طرف اندرونی طور پر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ میں الجھا دیا ہے تو دوسری طرف اپنے اتحادیوں کے طور پر ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کے مطابق وہ اپنے اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے جب چاہتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں حملہ کرتے ہیں اور اِدھر ''اُس'' کی عالمی پالیسی کے دفاع میں اپنے عوام اور باسیوں کو دھوکا دینے کے لیے کبھی تو یہ کہا جاتا رہا ہے کہ یہ حملہ امریکا نے نہیں ہم نے خود دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کیا ہے، اور کبھی یہ نکتہ بیان کیا جاتا ہے کہ ''کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر خوامخواہ حملہ نہیں کرتا۔'' [وزیر دفاع] کبھی یہ بڑ لگائی جاتی ہے کہ ''ہم کسی ملک کو حملے کی اجازت نہیں دیں گے۔'' [صدر] اور کبھی کپکپاتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ ''ہم امریکا کی جنگ نہیں لڑ رہے۔'' [وزیر اعظم] مطلب یہ کہ امریکا ہم سے تنگ ہی اتنا ہو چکا ہے کہ ہمیں اُس کے غیظ و غضب کا نشانہ بننے کے سوا اب کوئی چارہ ہی نہیں۔ یا پھر یہ کہ امریکا کسی بھی اِقدام کے لیے اگر ہم سے اجازت مانگتا ہے؟ تو ہم کون ہیں اُسے اجازت دینے اور نہ دینے والے؟ اُس نے تو ہمارے ملک کو اپنی کالونی سمجھ رکھا ہے، صدر بش کے دورۂ پاکستان سے یہ تاثر بالکل واضح طور پر مل چکا ہے۔

جب حکومت کے ذمہ داران اور اعلیٰ مناصب پر فائز افراد کی ذہنی اور عملی صورتِ حال یہ ہو تو پھر ''پاکستان کا اب اللہ ہی حافظ۔''

لیکن نہیں اور بالکل نہیں اس صورتِ حال کے باوجود ہمیں یقین محکم ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نعروں پر حاصل ہونے والا یہ ملک ایک نہ ایک دن ان شاء اللہ اپنے ساحل مقصود پر لنگر انداز ہوگا، اس کے اندرونی و بیرونی تمام دشمن منہ کی کھائیں گے۔ **والله متم نوره ولو كره الكفرون۔**

چند اہم تفاسیر اور اُن کے مؤلفین ①

مختصر تعارف اور جائزہ

تحریر: الشیخ ابوعبداللہ محمد الحمود النجدی   ترجمہ: حافظ محمد اعجاز ساقی (ابویحییٰ)

تفسیر الطّبری (۲۲۴......۳۱۰ھ)

مفسر کا اسمِ گرامی: الامام العلامہ الحافظ المورخ ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری۔

کتاب کا نام: جامع البیان فی تاویل آی القرآن۔

تفسیر ہذا کی عمومی خصوصیات اور مقام: شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بقول: ''یہ تفسیر تفاسیر ماثورہ میں سے شاندار، اور قدر و منزلت میں سب سے بڑھ کر ہے۔'' [مقدمہ فی اصول التفسیر، ص:۹۰]

اس کتاب میں امام طبری رحمہ اللہ نے قرآنِ کریم کے دوسرے بہت سے علوم بھی جمع کر دیئے ہیں۔ مثلاً: قراءت، ان کے معانی، آیات سے مستنبط فقہی احکام اور آیات کے معانی کی لغت عرب اور اشعار وغیرہ سے وضاحت۔

امام صاحب کا عقیدہ: عقیدہ اہل السنّت والجماعت کے بارے میں ان کی ایک کتاب مطبوع ہے جس کا نام ''صریح السنۃ'' ہے۔

تفسیر میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ایک متبع السنۃ امام ہیں۔ انھوں نے سلف صالحین کے مذہب کی تائید کی ہے، اس کے دلائل ذکر کیے اور اس کا دفاع کیا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی صفت غضب اور صفت حیاء کے بارے میں انھوں نے مفسرین کے اقوال تو ذکر کر دیئے لیکن کوئی فیصلہ کن بات (اپنی طرف سے) نہیں کی۔

استنادی اہتمام: انھوں نے روایات کی اسناد کا التزام تو کیا ہے لیکن عموماً ان پر صحت یا ضعف کا حکم نہیں لگایا۔

❀...... **فقہی احکام کے بارے میں موقف:** امام موصوف آیات میں مذکورہ فقہی احکام، علماء کے اقوال اور ان کے مذاہب کو ذکر کر کے مختار مذہب کی نشان دہی کرتے ہیں۔ پھر علمی دلائل سے اس کو راجح قرار دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ راجح اقوال کی تائید میں اجماع امت کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

آپ رحمہ اللہ مسلّم امام اور مجتہد مطلق ہیں۔ اکثر مفسرین انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر وہ آپ کے محتاج ہیں۔

قراءات: آپ مشہور علمائے قراءات میں سے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تفسیر میں قراءات اور ان کے معانی کا اہتمام سے ذکر کرتے ہیں۔ نیز شاذ قراءات اور ان کے ذریعے قرآنِ کریم کے معانی و مطالب میں واقع ہونے والی تبدیلی کا ردّ کرتے ہیں۔

❀...... **اسرائیلیات:** امام صاحب اپنی تفسیر میں کعب احبار رضی اللہ عنہ، وہب بن منبہ، ابن جریج اور سدی رحمۃ اللہ علیہم سے اخبار و قصص نقل کرتے ہیں اور ان کی تحقیق بھی کرتے ہیں۔ لیکن انھوں نے بالاستیعاب تمام روایات کی تحقیق کا التزام نہیں کیا۔

❀...... **شعر، نحو اور لغت:** آپ نحوی اور لغوی نزاعات کے بڑے بڑے مسائل سے واقف تھے۔ ان کی وجہ سے کتاب نے بہت شہرت پائی۔ اکثر اوقات آپ کلام عرب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے ذریعے بعض اقوال کو ترجیح دیتے ہیں۔ قدیم عربی اشعار کو ذکر کر کے وسیع پیمانے پر ان سے استشہاد کرتے ہیں۔ اسی طرح نحوی لوگوں کے مذاہب کو بہت زیادہ بیان کرتے اور ان کے اقوال کی توجیہ و ترجیح کرتے ہیں۔

تفسیر البغوی (م ۵۱۰ھ)

مفسر کا نام: الحافظ الامام محیی السنۃ ابومحمد الحسین بن مسعود۔ الفراء البغوی کے نام سے مشہور ہیں۔

تفسیر کا نام: معالم التنزیل

تفسیر ہذا کی عمومی خصوصیات: آیت کی تفسیر آسان اور مختصر الفاظ میں کرتے ہیں۔ دراصل یہ تفسیر ثعالبی کا اختصار ہے، البتہ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ انھوں نے اپنی تفسیر کو بدعتی لوگوں کے اقوال اور احادیث موضوعہ سے پاک رکھا ہے۔[مقدمۃ فی اصول التفسیر،ص:۷۶]

آپ تفسیر میں سلف کا اختلاف تو ذکر کرتے ہیں لیکن کسی روایت کو ترجیح نہیں دیتے۔

❀...... **عقیدہ:** آپ سلفی عقیدے کے حامل ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے وہ تمام اسماء وصفات ثابت کرتے ہیں جو اس نے اپنے لیے ثابت کی ہیں۔ یہ بات ان کی شان دار کتاب ''شرح السنۃ'' کے مقدمہ سے بھی واضح ہوتی ہے۔ ان کی تفسیر میں بھی عموماً ان صفات کا اثبات ہے۔ البتہ انھوں نے بعض صفات میں تاویل کی ہے۔ صفت رحمت کو ارادۂ خیر [۱/ ۱۸]، صفت حیاء کو تبرک ومنع [۱/۴۳]، اور صفت غضب کو ارادۂ انتقام [۱/۲۳] سے تعبیر کیا ہے۔

استنادی اہتمام: امام بغوی رحمہ اللہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے سلف سے منقول روایات عموماً بلا اسناد بیان کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی اس تفسیر کے مقدمے میں ان کی اسانید ذکر کردی ہیں۔ آپ رسولِ کریم ﷺ سے منسوب روایات کی صحت کا اکثر اہتمام کرتے ہیں اور منکر وموضوع روایات سے پہلو تہی برتتے ہیں۔ البتہ بعض اوقات کلبی جیسے ضعیف راویوں سے بھی روایات لے لیتے ہیں۔

❀...... **فقہی مسائل:** فقہی مسائل کو آسان انداز سے بیان کرتے ہیں اور اختلاف کا ذکر بغیر شرح وبسط کرتے ہیں۔

❀...... **قراءات:** قراءات کا بیان انتہائی اختصار سے کرتے ہیں۔

❀...... **اسرائیلیات:** بعض اوقات اسرائیلیات بیان کرجاتے ہیں اور ان کی تحقیق نہیں کرتے۔

❀...... **شعر، لغت اور نحو:** مباحث ترکیب اور لطائف بلاغت میں طوالت سے اجتناب برتتے ہیں اور صرف وہ باتیں پیش کرتے ہیں جو آیت کے معانی کی وضاحت کے لیے اہم ہوں۔

تفسیر ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)

مفسر کا نام: الامام الحافظ المورخ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی۔

تفسیر کا نام: تفسیر القرآن العظیم

تفسیر ہذا کی عمومی خصوصیات: یہ تفسیر، تفسیر بالماثور کی مدوّنہ کتب میں سے ایک مشہور کتاب ہے، تفسیر ابن جریر کے بعد اس کا نمبر ہے، آپ رحمہ اللہ بھی احادیث کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کتاب اللہ کی تفسیر احادیث نبویہ اور باسند آثار سے کرتے ہیں۔ زیر تفسیر آیت کے مشابہ آیات خصوصی طور پر ذکر کرتے ہیں۔ جسے ''تفسیر القرآن بالقرآن'' کا نام دیا جاتا ہے۔

❀...... **عقیدہ:** آپ رحمہ اللہ سلفی عقیدہ کے حامل ہیں اور یہ بات قابل تعجب نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے آپ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے عقیدہ میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام ''العقائد'' ہے۔ اس میں آپ نے سلف صالحین کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ یعنی صفاتِ سمع وبصر، عین ووجہ، علم وکلام، رضا وسخط، حب وبغض اور فرح وضحک'' کو تکییف وتشبیہ اور تحریف وتبدیل کے بغیر ثابت کیا ہے۔ اپنی تفسیر میں انھوں نے اکثر صفات کو اجمالاً ثابت کیا ہے اور بعض کی تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کی پیروی میں صفت لازم سے لی ہے۔ جیسا کہ صفت ''حیا'' اور ''عین'' ہے۔

❀...... **استنادی اہتمام:** احادیث وآثار باسند ذکر کرکے روایات کے صحت وضعف اور راویوں کی جرح وتعدیل خصوصی طور پر بیان کرتے ہیں۔ آپ ''حافظ'' ہیں۔ فنونِ حدیث اور رجال میں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ اس بارے میں آپ کی تصنیفات بھی ہیں۔

❀...... **فقہی احکام:** آیاتِ احکام کے تحت فقہی مباحث، علماء کے اقوال اور ان کے دلائل اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔ جو شخص مزید معلومات حاصل کرنا چاہے اس کی کتب فقہ کی طرف رہنمائی کردیتے ہیں۔

❀...... **قراءات:** قراءات کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن اعتدال سے۔

❀...... **اسرائیلیات:** عام طور پر اسرائیلی روایات پر جرح اور ان سے متنبہ کرنے میں آپ کو امتیاز حاصل ہے۔ غالباً ایسی روایات کو ذکر کرکے ان پر تبصرہ کرتے ہیں۔

❀...... **لغت، شعر اور نحو:** ترکیب ونحو کو بہت کم بیان کرتے ہیں۔ شعر کے سلسلے میں بھی یہی معمول ہے۔

کیا قرآنِ حکیم میں غیر عربی الفاظ بھی ہیں؟

حافظ محمد سعید (فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کی ایک معجز اور آخری کتاب ہے جس کی کوئی مثل ونظیر نہیں ہے۔ اس نے اپنی فصاحت وبلاغت کے بل بوتے سے عرب کے فصحاء، خطباء اور ادباء کو چیلنج کیا لیکن وہ اس کا جواب دینے سے قاصر رہے اور یہ چیلنج آج اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ لیکن اس کو قبول کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہے۔

الفاظ قرآنی کا مطالعہ کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ قرآنی متن میں مضمر خیالات وتصورات سے واقفیت حاصل کی جائے۔ جب کہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ علم اشتقاق لسانی کے ذریعے الفاظ کی اصل تہہ تک پہنچا جائے اور دیکھا جائے کہ اہل عرب اس لفظ سے کیا مراد لیتے تھے اور یہ معلوم کرنا کہ ان الفاظ کا تعلق کس زبان سے یا زبانوں کے کس خاندان سے ہے۔

مؤخر الذکر طریقہ بظاہر عجیب سا لگتا ہے البتہ علمی سطح پر اس کا انکار ممکن نہیں۔ اب اس بارے میں علماء متقدمین ومتاخرین کا اختلاف ہے کہ کیا قرآنِ مجید میں غیر عربی الفاظ بھی ہیں؟ اس بارے میں علماء کے دو موقف ہیں۔

پہلا موقف:

اکثر ائمہ کا موقف یہ ہے کہ قرآن میں غیر عربی الفاظ نہیں ہیں۔ یہ رائے امام شافعی، ابن جریر طبری، ابوعبید، قاضی ابوبکر باقلانی اور ابن فارس رحمۃ اللہ علیہم کی ہے۔ اپنے موقف میں یہ حضرات ان آیاتِ قرآنیہ کو پیش کرتے ہیں:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾

''بلاشبہ ہم نے اس کتاب کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو۔'' [یوسف: ۲]

﴿ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ﴾ [حم السجدة: ٤٤]

''اور اگر ہم اس کو عجمی زبان کا قرآن بناتے تو لوگ کہتے اس کی آیتیں صاف کیوں نہیں ہیں یہ کیا بات ہوئی کہ عجمی زبان اور مخاطب عربی۔''

﴿ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا ﴾ [احقاف: ۱۲]

''اور اس سے پہلے موسیٰ کو کتاب دی جو رہنما اور رحمت تھی اور یہ کتاب ہے جو اس کی تصدیق کرتی ہے عربی زبان میں ہے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آدمی کو سختی سے برا کہا ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ قرآن میں غیر عربی زبانوں کے الفاظ بھی ہیں۔ [الاتقان فی علوم القرآن مترجم، ج:۱، ص:۱۹]

قاضی ابوبکر باقلانی کا موقف بھی یہ ہے کہ قرآن میں غیر عربی الفاظ نہیں ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مشکوٰۃ ہندی اور استبرق فارسی کا لفظ ہے۔ لیکن قاضی صاحب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہر وہ لفظ جو قرآن میں استعمال ہوا ہے اس کی اصل عربی ہے۔ اگرچہ دوسری زبانوں میں مستعمل ہے۔ [المستصفی للغزالی: ۱/ ۱۰۵]

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ قرآن عرب کی واضح زبان میں نازل کیا گیا ہے اس لیے جو شخص یہ بات کہے کہ اس میں عجمی الفاظ بھی ہیں وہ بلاشبہ بڑی بات کہتا ہے۔

محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ عربی اور عجمی کے چند

الفاظ میں مماثلت ہوتو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ عجمی ہیں یہ صورت حال اتفاقی بھی ہوسکتی ہے۔ وہ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے علماء چند الفاظ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ فارسی، حبشی، آرامی یا دوسری زبانوں کے الفاظ ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عربی اور دیگر زبانوں کے مشترکہ الفاظ ہیں۔

[تفسیر الطبری: ٢٤/١٤٧]

ابن اوس کی رائے ہے کہ اگر قرآن میں عربی زبان سے باہر کے بھی الفاظ ہوتے تو اس سے کسی وہم کرنے والے کو موقع ملتا کہ اہل عرب قرآن کی مثل لانے سے یوں عاجز رہے کہ قرآن میں ایسی زبانیں آئی تھیں جو ان کو معلوم نہ تھیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ آیت ﴿وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا﴾ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں تین مسائل ہیں:

① ...... کہ اگر قرآن عجمی زبان میں ہوتا تو عرب کہتے کہ ہم عجمی سمجھ نہیں سکتے۔ کیوں کہ یہ تو ہماری زبان نہیں ہے۔

① ...... اور جب یہ ثابت ہے کہ قرآن عربی میں ہے اور وہ عرب کی لغت میں نازل کیا گیا ہے تو وہ عجمی نہیں ہے۔ کیوں کہ اہل عرب کی زبان عربی ہی تھی۔

③ ...... مطلب یہ ہے کہ قرآن عجمی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں یہ تو استفہام انکاری ہے۔ [الجامع الاحکام القرآن، للقرطبی: ١٥/٣٢٠]

ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک روایت یوں نقل کی ہے کہ قریش نے کہا کاش ایسا ہوتا کہ قرآن عجمی اور عربی میں نازل ہوتا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا﴾

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ان کا اعتراض یہ تھا کہ رسول عربی ہے اور عربی میں ہی کلام سناتا ہے۔ تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام اس کا خود ساختہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ کلام کسی اور زبان مثلاً فارسی یا رومی میں ہوتا اور یہ فرفر سناتا۔'' [تیسیر القرآن مولانا عبدالرحمٰن کیلانی: ۴/۱۲۰] سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قرآن عجمی میں ہوتا تو یہ عرب اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری زبان میں نہیں ہے۔ موجودہ دور کے مفسرین سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی، سید قطب شہید، مولانا مفتی شفیع وغیرہ نے بھی اپنی تفاسیر میں اسی بات کی تائید کی ہے۔

دوسرا موقف:

قرآن میں غیر عربی الفاظ بھی موجود ہیں۔ یہ رائے تابعین میں سے ابومیسرۃ، سعید بن جبیر اور وہب بن منبہ کی ہے۔ متاخرین میں سے علامہ سیوطی ہیں جنھوں نے ''المذھب فیما وقع فی القرآن من العرب'' کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ قرآنا عربیا سے چند عجمی الفاظ کا آجانا اسے عربی سے خارج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک فارسی قصیدہ جس میں ایک دو عربی الفاظ ہوں عربی نہیں بن جائے گا بلکہ وہ فارسی ہی رہے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دورِ حاضر کی لسانی تحقیق بتاتی ہے کہ ساری دنیا کی زبانیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اور اپنا علیحدہ وجود رکھ کر قابل شناخت خاندانوں کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک زبان کا اثر دوسری پر اور مختلف زبانوں کے مشترکہ ورثہ پر پڑتا ہے۔ مثلاً ''سامی'' اب اس میں عبرانی اور آرامی زبانیں شامل ہیں۔ ان زبانوں میں مشرق وسطیٰ اور بعض افریقا کی زبانیں بھی آجاتی ہیں۔ مطالعہ و تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ بعد ازاں اسی حلقہ میں عربی زبان حبشی سے مل کر سامی زبانوں کی جنوبی شاخ کی تشکیل کرتی ہے۔ عربی اور سامی زبانیں ایک دوسرے سے گھل مل کر جنوبی سامی گروپ کے زمرے میں آجاتی ہیں۔ عربی زبان اسی لیے ان زبانوں کے ساتھ صحیح مشابہت رکھتی ہے۔ [علوم القرآن، حسن الدین احمد، ص:۱۱۲]

اس سلسلہ میں سیوطی رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں: میں نے غیر عربی الفاظ کے کلام الٰہی میں موجود ہونے کی قوی دلیل وہ دیکھی ہے جس کو ابن جریر نے صحیح سند کے ساتھ ابومیسرۃ تابعی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا قرآن میں ہر زبان کے الفاظ موجود ہیں۔ اور ایسا ہی قول سعید بن جبیر اور وہب بن منبہ سے بھی مروی ہے۔ لہٰذا امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

❀ ...... ان تمام اقوال سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ قرآن میں ان الفاظ کے واقع ہونے کی حکمت اس کا علوم اوّلین و آخرین پر حاوی اور

ہر چیز کی پیش گوئی اور خبر دہی کا جامع ہونا ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اس میں اقسام لغت اور زبانوں کی طرف اشارہ بھی ہوتا اور اسی طرح پر قرآن کا ہر شے پر محیط ہونا حد کمال کو پہنچا دیا جاتا۔

اسی طرح ابن النقیب کہتے ہیں۔ دیگر کتب آسمانی اور منزل من اللہ کتابوں پر قرآن کو ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ دوسری کتابیں جن قوموں کی زبانوں میں نازل ہوئیں ان کی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں آیا۔ مگر قرآن مجید عرب کے تمام معروف قبائل کی لغات اور لہجوں پر مشتمل ہونے کے علاوہ بہت سے الفاظ رومی، فارسی اور حبشی وغیرہ زبانوں کے بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ نیز یہ کتنی زبردست دلیل ہے کہ نبی ﷺ تمام اقوامِ عالم کی طرف دعوت حق دینے کے لیے بھیجے گئے تھے اور اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا اِلَّا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ﴾

اسی لیے ضروری تھا کہ نبی مبعوث کو جو کتاب دی جائے اس میں ہر قوم کی زبان کے الفاظ موجود ہوں۔

الخوینی نے معرب فی القرآن کا ایک فائدہ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر چہ استبــــــــرق عربی زبان کا لفظ نہیں ہے مگر جس قدر فصاحت وبلاغت اس میں ہے اتنی اس کے ہم معنی کسی اور لفظ میں نہیں ہے۔

ابو عبید قاسم بن سلام دونوں اقوال ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ قول صحیح ہے جس میں دونوں باتوں میں تطبیق ہوسکے۔ اس میں شک نہیں کہ علماء کے حسب بیان ان الفاظ کی عجمی زبانیں ہیں مگر بات یہ ہے کہ ان کلمات کے استعمال کی ضرورت اہل عرب کو بھی پڑی اور انھوں نے ان کو معرب بنا کر اپنی زبان سے ادا کرنے کے قابل بنا لیا۔ پھر عجمی الفاظ کی صورت میں ان کی صورت بدل کر انھیں اپنی زبان کے الفاظ سے مشابہ بنا لیا اور اسی طرح یہ کلمات عربی زبان کے جزو بن گئے۔ چناں چہ جس وقت قرآن نازل ہوا اس وقت یہ الفاظ کلام عرب میں ایسے گھل مل گئے کہ ان کا امتیاز کرنا مشکل تھا۔ لہٰذا اس لحاظ سے جو لوگ ان کو عربی زبان میں شامل بتاتے ہیں وہ بھی اور جو لوگ ان کو عجمی قرار دیتے ہیں وہ بھی دونوں درست ہیں۔

ابن جوزی اور الجوالیقی اور بہت سے علماء اسی قول کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ اسی طرح متقدمین میں قاضی تاج الدین سبکی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن میں وارد ہونے والے الفاظ کو اشعار میں بھی بیان کیا ہے جن میں چند یہ ہیں:

السلسبیل، سجیل، کافور، زنجبیل، مشکاۃ، سندس، طور، قسورہ، ناشئۃ، طاغوت، حصب، اصری، اناہ، الجبت، فروس، قسطاس، دینار وغیرہ۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الاتقان'' میں غیر عربی الفاظ اور دوسری زبانوں میں ان کے معانی ذکر کیے ہیں۔ ذیل میں چند الفاظ اور ان کے معانی ذکر کیے جاتے ہیں۔

اباریق: ثعالبی نے ''فقہ اللغۃ'' میں اس کو فارسی کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ جوالیقی کہتے ہیں ''ابریق'' فارسی کا لفظ ہے اس کے معنی پانی کا راستہ یا ٹھہر ٹھہر کر پانی گرانا ہیں۔

''ابلعی'' ابن ابی حاتم وہب بن منبہ کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ حبش زبان میں اس کا معنی ہے نگل جا۔

''اکواب'' نبطی زبان میں کوزوں کو کہتے ہیں۔

''اناہ'' اہل مغرب پک جانے کو کہتے ہیں۔

''اصری'' نبطی زبان میں مطلب میرا عہد ہے۔

''جہنم'' بعض کے ہاں فارسی اور بعض کے نزدیک عبرانی کا ہے۔

''شہر'' بعض نے سریانی کا کہا ہے۔ ''عدن'' رومی میں اس کا معنی ہیشگی آیا ہے۔

''حوب'' شامی زبان کا لفظ ہے۔

''رھواً'' قبطی کا ہے۔

''صراط'' لاطینی لفظ ہے۔

[تفصیل دیکھیں الاتقان فی علوم القرآن میں]



کیا شیطان معلم الملائکہ ہے؟

ایک فتوے پر مزید استفسار

عبداللہ سرور صاحب (تقویۃ الاسلام، لاہور)

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے شمارہ نمبر:۲۲، جلد:۶۰ (۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ) میں احکام ومسائل کے تحت صفحہ نمبر:۱۲ پر درج ذیل سوال وجواب کی عبارت ان الفاظ میں موجود ہے:

سوال: ایک مولوی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ شیطان فرشتوں کا استاد ہے۔ یہ بات پاکستان بننے سے پہلے بھی ایک امام مسجد نے بتائی تھی۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: تفسیر طبری [۳۲۲/۹]، تفسیر ابن کثیر [۱۶۸/۵] میں ایسے آثار واقوال موجود ہیں۔ اکثر وبیشتر ان کا تعلق اسرائیلیات سے ہے، ایسی خبروں کی تین قسمیں ہیں:

① ......جن کو اسلام نے برقرار رکھا اور اس کی سچائی کی شہادت دی ہے یہ برحق ہیں۔ جس طرح کہ صحیح بخاری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی **حدیث الاصبع** ہے۔

② ......جس کا اسلام نے انکار کیا ہے اور اس کے جھوٹ ہونے کی گواہی دی ہے کہ یہ باطل ہے۔ جس طرح کہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے **حدیث الولد الاحول** مروی ہے۔

③ ......جس کا اسلام نے نہ اقرار کیا نہ انکار کیا۔ اس میں توقف ضروری ہے۔ اس کی مثال ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم**)) الخ

شروع میں مشار الیہ آثار تیسری قسم سے ہیں۔ مزید چھان بین کی ضرورت ہے۔

(یاد رہے کہ یہ احکام ومسائل شیخ الحدیث جناب حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خاں مدنی صاحب ترتیب دیتے ہیں۔)

۷۴،۱۹۷۳ء کی بات ہے میں شعبہ معارفِ اسلامیہ کراچی یونیورسٹی میں ایم۔اے (اسلامیات) کا طالب علم تھا۔ ڈاکٹر ابوالقاسم فرنگی محلی مرحوم سورۃ بقرۃ کے چوتھے رکوع ﴿ **واذ قال ربك للملائكة انی جاعل فی الارض خليفة** ﴾ کی آیات کی تفسیر فرما رہے تھے۔ انھوں نے بھی گفتگو کے دوران شیطان کو معلم الملائکہ قرار دیا۔ میں ان دنوں ''لاابالی'' جیسے مرض کا بری طرح شکار تھا۔ بے ساختہ پکار اٹھا شیطان کے معلم الملائکہ ہونے کی کوئی دلیل تو پیش کریں۔ وہ فوراً غصے میں آ گئے کہنے لگے: یہ دلائل قرآنِ کریم میں موجود ہیں۔ میں نے عرض کی! قرآنِ کریم کے تیس پارے مع ترجمہ اور تھوڑی بہت تفسیر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پڑھ چکا ہوں۔ مجھے اس قسم کی کوئی دلیل قرآنِ کریم میں نظر نہیں آئی۔ محترم استاد مزید غصے میں آ گئے۔ فرمانے لگے:

کتب احادیث میں اس قسم کے دلائل موجود ہیں۔ میں نے پھر عرض کی، حضور! صحاح ستہ (اصولِ ستہ) اللہ ربّ العزت کی توفیق سے پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ مجھے تو کسی استاد نے اس قسم کے دلائل کی طرف توجہ نہیں دلائی۔ میرا یہ کہنا تھا کہ ان کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ فرمانے لگے: ''لوگوں کی زبان پر تو یہ بات ہے۔''

میں نے پھر عرض کی، حضور! لوگوں کی زبان پر تو بہت کچھ ہے۔

کیا سب کچھ تسلیم کرلیا جائے؟ پوری کلاس میں سناٹا طاری ہوگیا، ہر کوئی فکر مند تھا، نجانے اب عبداللہ کا انجام کیا ہوگا؟

بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، بات مزید بگڑنے سے محفوظ رہی۔

گزشتہ دنوں جب ایک دوست کے کہنے پر یہ تحریر پڑھی تو اس جواب میں تشنگی سی محسوس ہوئی اور اس سے اطمینان قلب نصیب نہ ہوسکا۔

امید ہے محترم جناب حافظ ثناء اللہ خاں صاحب مدنی، شیخ الحدیث مندرجہ ذیل امور کی وضاحت فرما دیں گے تاکہ بات کسی کنارے لگ جائے۔

① ......فرشتوں کا یہ کہنا کہ

﴿ **لا علم لنا إلا ما علمتنا** ﴾

کیا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ شیطان کو ان کا معلم تسلیم کر لیا جائے۔

② ......اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ **يفعلون ما يؤمرون** ﴾ [النحل: ۵۰]

کیا اللہ ربّ العزت نے انھیں حکم دیا تھا کہ شیطان سے علم حاصل کرو۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ کون سا علم تھا جو فرشتوں نے شیطان سے حاصل کیا؟

③ ......کیا آیت ﴿ **واتبعوا ما تتلوا الشياطين ... لو كانوا يعلمون** ﴾ [البقرة: ۱۰۲] سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطانوں کے پاس جادو کا علم تھا۔

کیا جادو سیکھنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو ایسا علم سیکھنے کا حکم دے سکتے ہیں؟

امید کرتا ہوں کہ حضرت حافظ صاحب اس موضوع پر شرح وبسط کے ساتھ خامہ فرسائی فرمائیں گے تاکہ اطمینان قلب حاصل ہوجائے۔

❀❀............❀............❀❀

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

① ......آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے
② ......اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے
③ ......فل صفحہ نیوز 1400 روپے
④ ......نصف صفحہ نیوز 750 روپے
⑤ ......چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
⑥ ......عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

❀......''الاعتصام'' میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ❀......اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔

❀......مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ❀......''الاعتصام'' سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۰۴۲-۷۳۵۴۴۰۶

خواتین سے متعلقہ مخصوص مسائل

از فضیلة الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

اردو قالب: ابوحمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

فصل اوّل

حیض کا معنی اور اس کی حکمت:

کسی چیز کے بہنے اور جاری ہونے کو عربی لغت میں ''حیض'' کہتے ہیں۔ شرعی طور پر حیض سے مراد وہ خون ہے جو طبعی تقاضے کے پیش نظر اور کسی ظاہری وجہ یا سبب کے بغیر مقرر و متعین اوقات میں مؤنث کے رحم سے خارج ہوتا ہے۔

اس خون کا جاری ہونا ایک فطری تقاضا ہے۔ کوئی بیماری، زخم، بلندی سے سقوط یا وضع حمل وغیرہ اس کا سبب نہیں ہوتا۔ چوں کہ اس خون کا آنا فطری وطبعی تقاضا ہوتا ہے اس لیے عورت کے احوال وظروف، ماحول اور فضا کی مناسبت سے اس بارے میں ہر عورت کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں عورتوں کے احوال ایک دوسری سے مختلف ہوتے ہیں۔

حکمت: حیض کی حکمت یہ ہے کہ بطن مادر میں جنین (بچہ) رحم مادر سے باہر آئے ہوئے بچے کی سی خوراک نہیں کھا سکتا۔ اور ماں جو سب سے بڑھ کر اس بچے کے حق میں شفیق ومہربان ہوتی ہے وہ بھی اپنے بچے تک کوئی غذا نہیں پہنچا سکتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے عورت کے جسم میں اس قسم کے کچھ خونی مادے پیدا کر دیئے ہیں جن سے رحم مادر میں جنین ایسی غذا حاصل کرتا ہے جسے کھانے یا ہضم کرنے کی اسے ضرورت ہی پیش نہیں آتی بلکہ اس کی ناف کے راستے وہ خون اس کی رگوں میں شامل ہو کر اس جنین کے لیے غذا کا کام دیتا ہے۔

﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴾ [المومنون: ١٤]

''پس وہ اللہ کس قدر برکتوں والا ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔''

خونِ حیض کی یہی حکمت ہے۔ اس لیے جب عورت حاملہ ہو تو اسے حیض آنا منقطع ہو جاتا ہے۔ ان دنوں میں اسے شاذ ونادر ہی حیض آتا ہے۔ اسی طرح بچے کو دودھ پلانے والی خاتون کو بھی بالعموم اور دودھ پلانے کے اوّلین مراحل میں بالخصوص حیض کی کمی کا عارضہ پیش آتا ہے۔

فصل دوم

حیض کا زمانہ اور مدتِ حیض:

اس بارے میں دو لحاظ سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔

①...... وہ عمر جس میں حیض آتا ہے۔

②...... اور حیض کی مدت کہ یہ کتنے عرصہ تک آتا ہے؟

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو یہ بالعموم بارہ سال سے پچاس سال تک کی عمر میں آتا ہے۔ بسا اوقات عورت کو اس عمر سے پہلے اور اس عمر کے بعد بھی آتا رہتا ہے۔ اس کا تعلق اس عورت کے حالات، ماحول اور فضا سے ہوتا ہے۔

اہل علم کے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں کہ کیا حیض کے لیے کوئی خاص ایسی مدت یا عمر ہے کہ عورت کو اس سے پہلے یا اس کے بعد حیض نہ آتا ہو؟ اور کیا اس عمر سے پہلے یا اس عمر کے بعد آنے والے خون کو حیض نہ سمجھا جائے بلکہ اسے کوئی خرابی یا عارضہ قرار دیا جائے؟

دارمی نے اہل علم کے اختلافات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

میرے نزدیک یہ سب باتیں درست نہیں۔ کیوں کہ اس بارے میں اصل بنیاد اس کا وجود ہے۔ کسی بھی حالت یا عمر میں جس قدر بھی خون آئے اسے حیض ہی کہا جائے گا۔ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ**

[المجموع شرح المهذب: ۱/۳۸٦]

حقیقت بھی یہی ہے کہ دارمی کی بات ہی درست ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ عورت جب بھی حیض کو دیکھے وہ حائضہ ہی ہوگی خواہ اس کی عمر نو سال سے کم یا پچاس برس سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے احکام ومسائل حیض کو حیض کے ساتھ معلق کیا ہے۔ انھوں نے اس کے لیے کسی عمر کا تعین نہیں کیا۔ لہٰذا جس کیفیت سے ان احکام کا تعلق ہے اسی کیفیت کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے کسی عمر کی تعیین پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں۔

مدت حیض:

اس بارے میں اہل علم کے چھ سات مختلف اقوال ہیں۔ ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حیض کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں۔ میں (ابن المنذر) کہتا ہوں کہ یہ قول دارمی رحمہ اللہ کے گزشتہ قول کی طرح ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے اور یہی درست موقف ہے۔ کیوں کہ کتاب وسنت اور عملی مشاہدہ سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

دلیل اوّل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ لا وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾

''لوگ آپ سے حیض کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ یہ ایک بیماری ہے۔ (لوگو!) تم حیض کے دنوں میں اپنی بیویوں سے الگ رہو اور ان کے پاک ہونے تک ان سے قربت اختیار نہ کرو۔'' [البقرۃ: ۲/ ۲۲۲]

تو اللہ تعالیٰ نے مباشرت سے ممانعت کی حد طہر کو بتلایا ہے۔ حیض کے بعد ایک دن رات یا تین ایام یا پندرہ دن گزرنے کو مشروط نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حکم کی اصل علت حیض ہے۔ جب حیض ہو تو ممانعت کا یہ حکم لاگو ہوگا اور جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو حیض کے جملہ احکام زائل ہو جائیں گے۔

دلیل دوم: صحیح مسلم، کتاب الحج میں ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب عمرے کا احرام باندھ چکی تھیں تو انھیں حیض کا عارضہ درپیش آ گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم وہ سارے افعال سرانجام دے سکتی ہو جو باقی حجاج کرام سرانجام دیں گے۔ البتہ تم حیض سے پاک (فارغ) ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہیں کرو گی۔ چناں چہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں دس ذوالحجہ کو حیض سے پاک (فارغ) ہوئی تھی۔

صحیح بخاری، کتاب العمرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم انتظار کرو اور حیض سے پاک (فارغ) ہونے پر ''تنعیم'' کی طرف جانا۔ اس میں بھی نبی ﷺ نے احکامِ ممانعت کے لیے طہر کو غایت قرار دیا ہے اور اس کے لیے ایام متعین نہیں فرمائے۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ ان احکام ومسائل کا تعلق حیض کے وجود یا عدم ہی سے ہے۔

دلیل سوم: فقہائے کرام نے اس مسئلے میں جس قدر تفصیلات بیان کی ہیں یہ سب نہ تو اللہ کی کتاب میں ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہی میں ان کا ذکر ہے حالاں کہ ان کو بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ اگر یہ تفصیلات اس قدر اہم ہوتیں کہ انسانوں کے لیے ان کا سمجھنا ضروری ہوتا اور اللہ کی عبادت کے لیے ان کا علم وفہم ضروری ہوتا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ انھیں اس قدر واضح کر کے بیان فرماتے کہ ہر شخص ان کو سمجھ سکتا۔ کیوں کہ نماز، روزہ، نکاح، طلاق اور وراثت وغیرہ کے بہت سے احکام اس پر مرتب ہوتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نمازوں کی تعداد، اوقات، رکوع وسجود کے احکام ومسائل، زکوٰۃ اور اس کے اموال، نصاب، مقدار اور اس کے

مصارف، روزہ اور اس کی مدت، زمانہ، حج اور اس کی تفصیلات حتیٰ کہ کھانے پینے کے احکام ومسائل، سونے، مجامعت، بیٹھنے، گھر میں داخل ہونے اور باہر آنے کے آداب، قضائے حاجت کے مسائل حتیٰ کہ استنجاء کے لیے استعمال کیے جانے والے ڈھیلوں کی تعداد وغیرہ تک چھوٹے بڑے تمام مسائل بیان کیے ہیں۔ اور اسی قسم کی تفصیلات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل اور مومنین پر اپنی نعمت کا اتمام کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾

''اور ہم نے ہر چیز کو بیان کرنے کے لیے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔'' [النحل:۸۹]

نیز ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ [یوسف:۱۱۱]

''یہ بنائی ہوئی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ سابقہ کتابوں اور شرائع کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔''

پس جب یہ تمام تفصیلات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کی کچھ حیثیت نہیں۔ بلکہ اصل اعتبار حیض کا ہے جس کے وجود یا عدم وجود سے شرعی احکام کا تعلق ہے۔ فقہائے کرام کی ذکر کردہ تفصیلات کا کتاب وسنت میں نہ ہونا ہی دلیل ہے کہ یہ باتیں غیر معتبر ہیں۔ یہ اصول پیش نظر مسئلہ اور دیگر تمام مسائل میں مفید ہے۔ کیوں کہ شرعی احکام کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع یا قیاس صحیح سے ہی ثابت ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک اصول میں ذکر کرتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت میں متعدد احکام کو حیض سے معلق کیا ہے۔ لیکن اس نے اس کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت کی تعیین نہیں کی، نہ ہی یہ بتلایا ہے کہ دو حیضوں کے درمیان وقفہ (طہر) کتنا ہوگا۔ حالاں کہ امت کو یہ مسائل کثرت سے پیش آنے والے تھے۔ جو شخص (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے برعکس) اپنی طرف سے اس کی حد متعین کرے گا وہ کتاب وسنت کا مخالف ہے۔''

[رسالة فی الاسماء التی علق الشارع الاحکام بها، ص:۳۵]

دلیل چہارم: اللہ تعالیٰ نے حیض کو ایک بیماری قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب تک حیض کی کیفیت موجود ہے بیماری بھی موجود ہے۔ اس کے پہلے دوسرے یا تیسرے چوتھے یا پندرھویں سولھویں یا سترھویں اٹھارھویں دن میں کوئی فرق نہیں۔ حیض بہرحال حیض ہی ہے اور بیماری بیماری ہے۔

حیض کے تمام دنوں میں حیض والی علت موجود ہے۔ تو مختلف ایام جن میں ایک علت برابر طور پر موجود ہو، ان کے احکام میں تفریق کیوں کر کی جاسکتی ہے؟ کیا یہ بات قیاسِ صحیح کے خلاف نہیں؟ جن ایام میں ایک علت موجود ہو کیا صحیح قیاس ان کے احکام کو بھی ایک جیسے قرار نہیں دیتا؟

دلیل پنجم: مدتِ حیض کی تحدید کرنے والے فقہائے کرام کے اقوال مختلف ہونے سے بھی پتا چلتا ہے کہ اس بارے میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس پر اعتماد واعتبار کیا جاسکتا ہو۔ اور ان کے یہ اقوال محض اجتہاد پر مبنی ہیں جس میں غلطی ودرستی دونوں کا امکان ہے۔ ان میں سے کوئی ایک قول دوسرے سے زیادہ اہمیت والا نہیں۔ اجتہادی احکام میں اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

لہٰذا جب یہ ثابت ہوگیا کہ حیض کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں اور یہی قول راجح ہے تو یاد رکھیں کہ عورت کو جب بھی فطری تقاضے سے خون آئے اور زخم وغیرہ اس کا سبب نہ ہو تو وہ حیض ہی کہلائے گا خواہ عورت عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو۔ ہاں البتہ اگر وہ خون بلا انقطاع ہمیشہ جاری رہے یا مہینہ میں ایک دو دن کے لیے منقطع ہوتا ہو تو یہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ کہلاتا ہے۔ اس سے متعلقہ احکام ومسائل آگے بیان ہوں گے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''عورت کے رحم

سے جاری ہونے والا خون حیض ہی ہوتا ہے الا یہ کہ اس کا استحاضہ ہونا ثابت ہوجائے۔'' [مصدر سابق،ص:٣٦]

نیز فرماتے ہیں کہ اگر یہ معلوم نہ ہوسکے کہ یہ خون کسی رگ کا یا زخم کی وجہ سے ہے تو ایسا خون حیض کا ہی کہلائے گا۔

[مصدر سابق،ص:٣٨]

امام صاحب کا یہ قول دلیل کے لحاظ سے راجح ہونے کے ساتھ ساتھ قابل فہم اور حیض کی تحدید کرنے والوں کے اقوال کی نسبت عمل کے لحاظ سے آسان ترین بھی ہے۔

ایسا قول دین اسلام کی روح آسانی وسہولت سے زیادہ میل کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾

''کہ اللہ نے دین کے معاملے میں تمہارے اوپر کوئی سختی نہیں کی۔'' [الحج:٧٨]

نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

《 إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا 》 [صحیح البخاری، کتاب الایمان: ٣٩]

''دین آسان ہے، جوکوئی دین کو سیدھا کرنا چاہے تو دین ہی اس پر غالب رہے گا۔ پس تم سیدھی راہ پر چلتے جاؤ، ایک دوسرے کے قریب رہو اور اس کے نتیجے میں تمہارے لیے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں۔''

نیز نبی ﷺ کے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کو کہا جاتا تو آپ اس امر کو اختیار فرماتے جو ان میں سہل ترین ہوتا۔ بشرطیکہ وہ گناہ یا گناہ کی طرف لے جانے والا نہ ہوتا۔ [صحیح البخاری، کتاب الادب: ٦١٢٦۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل: ٢٣٢٧] [جاری ہے]



کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ جدید ایڈیشن

طبع ہوکر بازار میں دستیاب ہے

ابقاء المنن بالقاء المحن

یعنی

خود نوشت سوانح حیات

نوّاب سیّد محمد صدّیق حسن خان رحمہ اللہ

(١٨٣٢ء — ١٨٩٠ء)

تسہیل: مولانا محمد خالد سیف، رفیق، ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

تنقیح و نظرثانی: قاری نعیم الحق نعیم، رفیق، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

ناشر: دارالدعوۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان

042-735 4406

ملنے کا پتا: دارالکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان

042-723 7184

کیا اوجھڑی حرام ہے؟ ❶

مولانا خاور رشید بٹ (مدرس دارالعلوم المحمدیہ لوکوورکشاپ)

آزادی انسان کا بنیادی حق ہے اور انسان اس کا خواہش مند بھی ہے۔ دنیا چوں کہ دارالعمل ہے اس لیے خالق کائنات نے انسان کو بااختیار تو بنا دیا لیکن اسے چند اصول وضوابط کا پابند بھی کیا۔ نہ تو اسے بے مہار چھوڑا کہ جدھر چاہے رخ کرلے اور نہ زبردستی قوانین کا پابند ہی بنایا کہ اس کا اختیار ہی سلب ہو کر رہ جائے۔

ان اصول وقوانین کو ہدایت الٰہی کا نام دیا گیا تاکہ ان کے بندھن میں بندھ کر انسان اس دارالعمل سے سرخرو ہو کر نکل سکے۔

ان قاعدوں میں سے ایک پیٹ سے متعلق ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کاری سے بچنے کی تلقین کی اسی طرح حرام خوری سے بھی اجتناب کا حکم دیا اور حلال وپاکیزہ کھانے کا فرمان جاری کیا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلاً طَيِّبًا ۚ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

[البقرة: ٢/ ١٦٨]

''اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انھیں کھاؤ اور شیطانی راہ پر نہ چلو وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔''

لیکن انسان آزادی کا بہانہ تراش کر اور دیگر حیلوں بہانوں سے اس امر کو بھی پامال کرتا آیا ہے جس کی بنا پر ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن گئی۔ جب کہ آسمانی ہدایت اس پر واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان جاری کرتی ہے تاکہ کوئی عذر پیش نہ کر سکے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ﴾

[الانعام: ٦/١١٩]

''اور کیا ہے تم کو کہ نہ کھاؤ تم اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو جب کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مفصل بیان کر دیا ہے تمہارے لیے جو حرام کیا ہے اس نے تم پر ما سوائے اس کے کہ مجبور کر دیا گیا ہو تم کو اس پر (وہ بھی وقتی طور پر حلال ہے۔)''

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

《 الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما مُشَبَّهَاتٌ لا يعلمها كثيرٌ من الناسِ فَمَنِ اتَّقَى الشبهاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ 》[صحيح بخاری، كتاب الايمان، باب فضل من استبرأ لدينه، رقم: ٥٢]

''حلال وحرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان متشابہات ہیں جنھیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ لہٰذا جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا۔''

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حلال وحرام واضح ہے تو سوال یہ ہے کہ حرام وحلال مقرر کرنے کا اختیار کس کو ہے؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو۔

قرآنِ مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو بھی نہیں دیا، چناں چہ ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اے پیغمبر ﷺ! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ کیا آپ اپنی

بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' [التحریم:٦٦/١]

چوں کہ بندوں کو اس کا علم نبی ﷺ کے ذریعے ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات اس کی نسبت پیغمبر کی طرف بھی کردی جاتی ہے۔فرمایا:

﴿ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾

[الاعراف: ٧/١٥٧]

''وہ (نبی) ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتاتا اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے۔''

رسولِ اکرم ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں تو خطبہ میں ارشادفرمایا:

《 وانی لست أحرم حلالا ولا أحل حراما ولكن والله! لا تجتمع بنت رسول الله وبنت عدو الله أبدا 》

[صحيح بخاری، كتاب فرض الخمس، باب من ذكر من درع النبی وعصاه ...... الخ، رقم: ٣١١٠]

''میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا۔لیکن اللہ کی قسم! (یاد رکھو) رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے نکاح میں بیک وقت اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔''

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حرام وحلال کرنے کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور نبی ﷺ یہ بات بتانے میں وحی اور اذنِ الٰہی کے پابند ہیں۔

شریعت مکمل ہوچکی اور وحی ونبوت بند ہوچکی ہے اس لیے اب کوئی اس میں اضافہ یا کمی نہیں کرسکتا۔اسلام کے اصول وضوابط کے تحت جو چیز حرام قرار پائے گی اسے حرام اور جو حلال کا درجہ حاصل کرلے گی اسے حلال سمجھا جائے گا۔ان قوانین کے مطابق کچھ چیزیں حلال اور کچھ حرام بنتی ہیں۔ یہ حکم دیگر ماکولات کے ساتھ ساتھ جانوروں پر بھی لاگو ہوتا ہے کہ مسلمان کون سے جانور کھا سکتا ہے اور کون سے حرام ہیں۔

حرام جانور تو ہماری اس بحث سے خارج ہیں البتہ حلال جانور کے متعلق یہ سوال اٹھتا ہے کہ آیا اس جانور کے تمام اجزاء حلال ہیں یا کچھ حلال اور کچھ حرام ہوتے ہیں؟

اس کا جواب دیتے ہوئے جماعت اہل حدیث کے مایہ ناز بزرگ اور ہمارے شیخ واستاذ حافظ عبدالمنان نور پوری (متعنا اللہ بطول حیاتہ) فرماتے ہیں:

''حلال جانوروں کے حلال ہونے کے دلائل ان کے تمام اعضاء کے حلال ہونے کے دلائل ہیں مگر ان کی وہ چیزیں جن کے حرام ہونے کی کوئی دلیل آیت یا حدیث میں آجائے۔''

[احکام ومسائل،ص:٦٦٨،ج:٢]

اس کی مثال قرآنِ مجید سے ملتی ہے:

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ ﴾ [الانعام: ٦/١٤٥]

''آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو۔''

اس دمِ مسفوح کے علاوہ حلال جانور کا کوئی جزو نصاً حرام نہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر حلال جانور کا ہر عضو کھایا بھی جائے۔اگر کسی حصے کے متعلق دل نہیں چاہتا تو یہ انسان کی اپنی مرضی ہے۔مثلاً خود رسولِ اکرم ﷺ نے گوہ کے متعلق فرمایا کہ ''میری قوم کی زمین میں نہیں ہوتی اس لیے میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ کے دیکھتے ہوئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے کھالیا۔

[صحيح بخاری، رقم: ٥٥٣٧]

معلوم ہوا کسی چیز کا ناپسند ہونا اَور ہے اور اس کا حرام ہونا الگ

ہے۔ کچھ دن قبل شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ رفیق حفظہ اللہ کے پاس ایک صاحب ایک پمفلٹ لے کر آئے جس کا نام تھا ''اوجھڑی کا مسئلہ''۔ زبانی کلامی وضاحت کے بعد حضرت حافظ صاحب نے راقم کو اس پر کچھ لکھنے کا حکم کیا، وہی تحریر اب ہدیۂ قارئین ہے۔

یہ پمفلٹ ہندوستان کے بریلوی علماء کے فتاویٰ جات پر مشتمل ہے جسے مولانا اعجاز احمد نوری (انڈیا) نے مرتب کیا۔ اس میں حلال جانور کے کئی اعضاء واجزاء کو مکروہ تحریمی بتایا گیا ہے۔ خصوصاً اوجھڑی اور کپوروں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں چیزیں عموماً کھائی جاتی ہیں۔

ان کے علاوہ حسب ذیل اشیاء کو بھی مکروہ تحریمی کے زمرے میں داخل کیا ہے:

① ...... پتہ، ② ...... مثانہ، ③ ...... غدود، ④ ...... مادہ کی شرمگاہ، ⑤ ...... نر جانور کا عضو مخصوص، ⑥ ...... حرام مغز، ⑦ ...... تلی کا خون، ⑧ ...... جگر کا خون، ⑨ ...... دل کا خون، ⑩ ...... پتہ کا پانی، ⑪ ...... گردن کے پٹھے، ⑫ ...... آنتیں، ⑬ ...... بہتا ہوا خون وغیرہ۔ [ص:۹ تا ۱۳]

ان میں سے بہتا ہوا خون بنص قرآنی حرام ہے اس لیے یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ مکروہ تحریمی کے ارتکاب کو انھوں نے ناجائز اور گناہ قرار دیا ہے۔ [ص:۱۵]

اس سارے موقف کی بنیاد یہ روایت ہے:

اخرج الطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبد الله بن عمر وابن عدی والبیهقی عن ابن عباس رضی الله عنهما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکره من الشاة سبعا المرارة والمثانة والحیاء والذکر والانثیین والغدة والدم وکان أحب الشاة إلیه مقدمها ۔ [اوجھڑی کا مسئلہ، ص:۷،۸]

''رسولِ اکرم ﷺ بکری کی سات چیزیں ناپسند فرماتے تھے: پتہ، مثانہ، مادہ کی شرمگاہ، نر کا عضو مخصوص، کپورے، غدہ، خون اور آپ ﷺ کو بکری کی اگلی طرف زیادہ محبوب تھی۔''

یہ روایت کئی کتب احادیث میں آتی ہے۔

① ...... طبرانی اوسط میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر کے واسطے سے ہے۔ [رقم: ۹۴۸۰، ج:۶، ص:۴۸۱]

اس میں دو ضعف ہیں:

(الف) امام ہیثمی فرماتے ہیں: اس کی سند میں یحییٰ الحمانی راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد، ج:۵، ص:۳۶]

حافظ ابن حجر اس کے متعلق فرماتے ہیں: ہے تو یہ حافظ لیکن محدثین نے اس پر حدیث چوری کرنے کا الزام لگایا ہے۔ [تقریب التہذیب، ص:۳۷۷]

(ب) دوسرا راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جسے حافظ ابن حجر نے بھی ضعیف بتایا ہے۔ [تقریب، ص:۲۰۲]، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ [السلسلة الضعيفة، رقم:۴۲۹۲]

② ...... امام بیہقی نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ [بیہقی، ج:۱۰، ص:۷]

لیکن اس کی سند میں ایک تو واصل بن ابی جمیل راوی مجہول ہے جس کے متعلق امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ امام بخاری نے اس کی روایات کو مرسل قرار دیا ہے۔ [میزان الاعتدال، ج:۴، ص:۳۲۸]

دوسرا راوی عمر بن موسیٰ بن وجیہ ضعیف ہے۔

③ ...... اسی سند کے ساتھ ابن عدی [۱/۲۴۱] نے اور ابن عساکر [۱/۳۶۰/۱۷] نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ چناں چہ امام ابن عدی مذکورہ راوی عمر بن موسیٰ بن وجیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ سنداً اور متناً احادیث گھڑا کرتا تھا۔ امام بخاری نے منکر الحدیث، ابن معین نے غیر ثقہ، امام نسائی نے متروک الحدیث، ابوحاتم نے ذاہب الحدیث اور احادیث گھڑنے والا اور امام دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے۔ [میزان الاعتدال، ج:۳، ص:۲۲۴، ۲۲۵]

امام ابن عساکر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متصل ہونا غریب ہے۔امام اوزاعی نے واصل سے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے۔

[السلسلة الضعيفة، رقم: ٤٢٩٢]

④...... امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اسے مجاہد کے واسطے سے مرسل بیان کیا ہے۔ [رقم:۸۷۷۱،ج:۴،ص:۵۳۵]

لیکن اس کی سند میں بھی وہی واصل بن ابی جمیل مجہول راوی ہے دوسرا یہ مرسل ہے (یعنی صحابی کا واسطہ گرا ہوا ہے) جو کہ مردود کی ایک شکل ہے۔یعنی اس روایت کی دو سندیں ہیں جو کہ ایک دوسری سے بڑھ کر ضعیف ومردود ہیں۔ لہٰذا ان کی کھڑی کی ہوئی ساری عمارت اس تحقیق سے ہباءً منثوراً ہوگئی۔

اس روایت میں مذکور اجزاء کو بنیاد بنا کر انھوں نے کئی اور حصوں کو بھی مکروہ تحریمی کی فہرست میں شامل کیا ہے جن کا تذکرہ گزر چکا ہے۔لکھتے ہیں:

حدیث میں مثانہ کی کراہت مذکور ہے علت اس کی خبث ہے اور اوجھڑی اور آنتیں اگر خبث میں مثانہ سے زائد نہیں تو کم بھی نہیں۔

اسی طرح حدیث میں گردے کو مکروہ سمجھا گیا ہے گزرگاہ بول ہونے کی وجہ سے تو پھر اوجھڑی وآنتیں کیوں نہ مکروہ ہوں گی۔اسی طرح عضو تناسل کیوں خبیث ہے اس وجہ سے کہ یہ نجاست کی گزرگاہ ہے اور اوجھڑی اور آنتیں گزرگاہ ہی نہیں مخزن ہیں۔مثانہ اس لیے خبیث ہے کہ یہ مخزن بول ہے تو اوجھڑی اور آنتیں لید کے مخزن ہونے کی وجہ سے ضرور مثانہ کی طرح خبیث اور ذکر وفرج سے خباثت میں زائد ہونے کی وجہ سے ناجائز ومکروہ تحریمی ہوں گی۔

[ص:۶،۱۷]

⊙...... تجزیہ: ساری بحث کا دار ومدار مذکورہ روایت پر ہے جو نا قابل اعتبار اور مردود ہے (جیسا کہ گزر چکا ہے۔)

لہٰذا یہ ساری باتیں خود بخود غلط ثابت ہو جاتی ہے۔

لیکن مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کے لیے تفصیل مناسب ہے۔

(اوّلاً): جھوٹ سمجھیں یا ان کی غلط فہمی بہر حال انھوں نے گردے کی کراہت بھی مذکورہ روایت میں تسلیم کی ہے۔حالاں کہ اس میں تذکرہ نہیں (روایت ملاحظہ فرمالیں۔) تو پھر اسے بنیاد بنا کر اوجھڑی وآنتوں کی کراہت کیسے ثابت ہوسکتی ہے۔

بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب بریلوی گردے کا کھانا جائز اور درست سمجھتے ہیں۔

[ملفوظات،ص:۳۹۶،ط:مشتاق بک کارنر لاہور]

(ثانیاً): مذکورہ سارے استدلال کی بنیاد حلال اور ماکول اللحم جانوروں کے گوبر وپیشاب کی نجاست وخباثت پر ہے جو کہ بذاتِ خود محتاجِ دلیل ہے۔

اس کے برعکس ایسے دلائل موجود ہیں جو ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب وگوبر کو غیر نجس ثابت کرتے ہیں۔

❀...... دلیل اوّل: سب جانتے اور مانتے ہیں کہ نماز کے لیے دیگر ضروری امور کے علاوہ جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے اور اگر ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب اور لید نجس ہوتے تو رسول اکرم ﷺ نہ

الاعتصام
ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ [ادارہ]

خود بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے اور نہ ہی امت کو اجازت دیتے۔[بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی مرابض الغنم، رقم: ۴۲۹۔ سلسلة الصحیحه، رقم: ۱۱۲۸]

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے رسولِ اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے تو اس کا جواب اسی حدیث میں ہے کہ یہ ممانعت پیشاب وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ہے۔

❀......**دلیل ثانی:** کسی آدمی نے رسولِ اکرم ﷺ سے شراب سے دوائی بنانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے منع کرتے ہوئے فرمایا:

《 انه لیس بدواء ولکنه داء 》[صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب تحریم التداوی بالخمر وبیان انها لیست بدواء، رقم: ۵۱۴۱]

''کہ یہ دوا نہیں بلکہ خود بیماری ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

ان الله لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم۔

[مستدرك حاکم، ج:٤، ص:٢١٨، رقم: ٧٥٠٩۔ شیخ البانیؒ نے موقوفاً اسے صحیح قرار دیا ہے۔ غایة المرام، رقم: ٣٠]

ثابت ہوا حرام چیز کو بطور دواء بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے عُکل اور عرینہ قبیلے کے افراد کو اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا کہا تھا جب کہ انھیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی۔

[صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ابوال الابل والدواب والغنم ومرابضها، رقم: ٢٣٣]

معلوم ہوا ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب نجس وخبیث نہیں۔

[جاری ہے]



مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری کے لیے دعائے صحت

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری صاحب بعارضہ ہیپاٹائٹس سی صاحب فراش ہیں۔

ہماری احباب جماعت کے پرخلوص بزرگوں وساتھیوں سے التماس ہے کہ موصوف کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔

جزاکم الله خیرا

[صاحب زادہ محمد اسحاق خادم، کنگن پور، قصور]

جدید مالی معاملات کے موضوع پر ابوہریرہ اکیڈمی کی منفرد پیشکش

دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم

از قلم: حافظ ذوالفقار علی
صدر مدرس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شریعہ کالج لاہور

ملنے کے پتے: مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ، مکتبہ قدوسیہ، مکتبۃ العلم، نعمانی کتب خانہ، مکتبہ اسلامیہ، مکتبہ رحمانیہ، اسلامی اکادمی، البدر پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور۔ مکتبہ دارالسلام لائر مال لاہور۔ مدینہ کتاب گھر گوجرانوالہ، مکتبہ دارارقم فیصل آباد۔

ناشر: ابوہریرہ اکیڈمی۔ 37 کمرشل کریم بلاک، اقبال ٹاؤن لاہور۔
فون: 042-35417233

’’قرآن‘‘ ایک کتابِ انقلاب

پروفیسر حافظ محمد ایوب (سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی۔ لاہور)

’’انقلاب‘‘ کا مطلب کسی چیز میں تبدیلی واقع ہونے کے ہیں۔ یعنی وہ چیز اپنی پہلی حالت سے نکل کر اس کے برعکس دوسری حالت کو قبول کرلے۔ کسی انسان اور قوم میں انقلاب کا مطلب یہ ہوگا کہ اُس کے ظاہر وباطن یعنی زندگی کے ہر گوشے اور گفتار وکردار کے ہر پہلو میں تبدیلی رونما ہوگئی ہے۔ انقلاب نے سوچ فکر اور عمل وکردار کا جو سانچا دیا ہے اس میں ڈھلنے میں کوئی لیت ولعل محسوس نہیں کرتا۔ اس کا پہلے والا عقیدہ اور نظریہ یکسر بدل جاتا ہے۔ عقیدہ اور نظریہ بدلنے کی وجہ سے اس کی زندگی کا سارا لائحہ عمل بالکل تبدیل ہوجاتا ہے۔ اب اسی راستے پر چلتے ہوئے اسے مصائب کے پہاڑوں سے ٹکرانا پڑے، خون کی ندیوں کو عبور کرنا پڑے تو اسے کوئی غم یا وحشت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ اپنی زندگی اپنے قائد کے لیے وقف کردیتا ہے۔

کسی ڈکیٹٹر کے انقلاب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس ملک پر قابض ہوکر اس میں آئین نو کی بنیاد رکھتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ راستہ میں رکاوٹ بننے والی ساری طاقتوں کو قوت سے دور کرتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق نئے معاشرے اور سماج کو پروان چڑھاتا ہے۔ اس تعمیر نو میں اسے انسانیت کا خون بھی کرنا پڑے تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی توقف نہیں کرتا۔

اسی طرح کسی کتاب کے انقلابی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب نے کتنے لوگوں کو متاثر کیا۔ ان میں کیا تبدیلی پیدا کی۔ اس کتاب نے پرانے نظام ہائے زندگی کو بدل کر اس کی جگہ کون سا اخلاقی، روحانی، مذہبی، سیاسی اور معاشی نظام قائم کیا۔ اس نقطہ نظر سے جب ہم کتاب اللہ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ وہ کتاب ہے جس نے پوری دنیا میں لاکھوں، کروڑوں، بلکہ اربوں انسانوں کی زندگیوں کو متاثر کیا۔ ان کی تہذیب وتمدن، رسم ورواج اور بود وباش ہی کو تبدیل نہ کیا بلکہ ان کی سوچ وفکر کے تمام پہلو یکسر بدل دیے۔ صدیوں سے بتوں کی پوجا کرنے والے، بت شکن بن گئے۔ بدکاری بے حیائی کے رسیا، عزتوں کے محافظ بن گئے۔ شراب نوشی اور جوابازی جوان کی گھٹی میں رچی بسی تھی اس سے متنفر ہوگئے۔ شراب کی حرمت کا حکم سنتے ہی بھرے مٹکوں کو گلیوں میں اس طرح انڈیل دیا کہ ایک سیلاب کا سماں تھا۔ جس کے ہاتھوں میں جام تھا مجال کہ وہ منہ تک جاسکے اسے وہیں پھینک دیا۔ جس کے منہ میں گھونٹ تھا وہ حلق سے نیچے نہ اتر سکا۔

جن چیزوں کو قرآن نے حرام کیا اس میں خواہ کروڑوں کا نقصان ہوا ایک لمحے کے لیے بھی اسے باقی نہ رکھا۔

اس کتاب نے جو انقلاب برپا کیا وہ صرف روحانی اور مذہبی ہی نہ تھا بلکہ معاشی، معاشرتی اور سیاسی بھی تھا۔ طبیعاتی اور مابعد الطبیعاتی بھی تھا۔ حرام وحلال کی حدیں متعین کیں۔ زندگی گزارنے کی بہترین راہیں سمجھائیں۔ جہانبانی کے آداب سکھائے۔ خطہ عرب کے بدوؤں کو قوموں اور ملکوں کی قیادت اور سیادت عطا کی۔

جس شخص نے کان لگا کر اسے سنا اس پر کیا بیتی ...... اس کا نقشہ چند ایک واقعات سے آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

① ...... **حضرت عمر بن خطاب** رضی اللہ عنہ قریش کا وہ جوشیلا اور نڈر انسان تھا جس کی بہادری، جوانمردی، تیراندازی اور شاہ سواری کا چرچا صرف مکہ ہی میں نہیں تھا بلکہ پورا خطہ عرب اس سے واقف تھا۔ اسلام کی مخالفت میں اس حد تک آگے بڑھ چکے تھے کہ ایک دن تلوار ہاتھ

میں تھامے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ سورہ طٰہٰ کی فکر انگیز آواز جب کانوں سے ٹکراتی ہے تو سارا غصہ کافور ہو جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔

②...... **طفیل دوسی** رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ بڑا سنجیدہ اور معاملہ فہم۔ شعر و ادب سے بہت لگاؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی شہرت سن کر مکہ جاتا ہے تاکہ خود حالات کا جائزہ لے۔ مکہ پہنچنے پر مکہ کے سردار اسے اس خوف سے گھیر لیتے ہیں کہ کہیں محمد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات نہ ہو جائے اور قرآن نہ سن بیٹھے۔ اگر قرآن سن لیا تو پھر یہ اپنا دامن محمد ﷺ سے وابستہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کفار اسے کہتے ہیں تم اس شہر میں ہمارے مہمان ہو۔ ہم آپ کو خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے ہمارے معاشرے کو برباد کر دیا ہے۔ جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ پتا نہیں اس کی زبان میں کیا جادو ہے کہ باپ بیٹے، ماں بیٹی اور بہن بھائی میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم بھی اس کے نرغے میں نہ آ جانا۔ قریش کی باتوں میں آ کر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی مبادا کہ آواز کانوں میں نہ پڑے۔ ایک دن بیت اللہ کے پاس سے گزرے، رسول اللہ ﷺ تلاوت فرما رہے تھے کچھ آیات کانوں میں پڑیں، دل میں اتر گئیں۔ طبیعت میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نماز ختم کر کے گھر کی طرف چلے تو ساتھ ہو لیے۔ قرآن اپنا اثر دکھا چکا تھا گھر پہنچے تو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں گرا دیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ [شاہ معین الدین]

③...... **ولید بن مغیرہ** رضی اللہ عنہ کے بارے میں قریش بہت فکر مند تھے کہ یہ اہم شخصیت ہے کہیں اس جال میں نہ پھنس جائے۔ جب سورہ طور کی یہ آیات کانوں سے ٹکرائیں:

﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۞ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴾

ایسے محسوس ہوا جیسے جسم میں بجلیاں کوند گئی ہوں۔ لوگوں نے پوچھا ولید کیا ہوا۔ کہنے لگے اس کلام نے دل پاش پاش کر دیا۔ یہ انسانی کلام نہیں۔

④...... **خالد العدوانی** رضی اللہ عنہ طائف کا سفر ہے۔ آپ سے ملاقات ہوتی ہے۔ زبان نبوت سے ﴿ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴾ سورہ سنی۔ یاد کر لی اور پھر ہمیشہ کے لیے آپ ﷺ کے ہو کر رہ گئے اور زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی۔

کفار کو معلوم تھا کہ اس کتاب کی تلاوت کے اثرات سننے والوں پر کیا پڑتے ہیں۔ لہٰذا وہ تمام لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے تھے اور کہتے تھے جب قرآن پڑھا جائے تو تم شور مچاؤ اور سیٹیاں بجاؤ۔

[حم السجده: ١٢٦]

لہٰذا انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عبادت کرنے کی اجازت اس شرط پر دی کہ وہ قرآن پاک بلند آواز سے تلاوت نہیں کریں گے۔ یہ تو صرف تلاوت کے اثرات اور اعجاز تھا کہ لوگ اسلام کے دامن سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔

جب قرآن ان کے دل و دماغ میں اتر گیا اور ایمان باللہ ظاہر ہوا تو پھر اللہ کی خاطر ساری دنیا سے ٹکرا جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کو زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر دامن گیر تھی۔ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اپنی زندگیوں کو قربان کرنے میں اتنی راحت محسوس کرتے کہ ایک دنیا دار دنیا کی بادشاہی ملنے پر بھی اتنی خوشی محسوس نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رومیوں نے گرفتار کر لیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسلام چھوڑ دو، اپنی مملکت میں شریک کر لوں گا۔ بیٹی کا رشتہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے اپنی ساری بادشاہت بھی دے دے تو ایک لمحہ کے لیے دین اسلام ترک نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے کہا تجھے قتل کر دوں گا۔ فرمایا: تجھے اختیار ہے جو چاہو سو کرو صلیب پر چڑھائے گئے۔ ظالم تیراندازوں نے قریب سے جسم کے حصوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ لہولہان ہو گئے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت دل و دماغ میں رچ بس چکی تھی اس ظلم کو صبر و استقامت سے برداشت کیا۔

بادشاہ نے کہا اسے اتارلو۔پیتل کی ایک دیگ گرم کی گئی جب وہ آگ جیسی گرم ہوگئی تو بادشاہ کے حکم سے ایک مسلمان قیدی کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نگاہوں کے سامنے اس میں پھینک دیا گیا۔ وہ آن واحد میں جل بھن کرختم ہوگیا۔ اللہ اس پر راضی ہو۔ اس ہیبت ناک واقعہ کے بعد بادشاہ نے حضرت عبداللہ کو کہا۔ اگر میری بات نہ مانی اور اسلام کوترک کرکے نصرانیت قبول نہ کی تو یہی حشر ہوگا۔ جن کے دل میں قرآن اتر چکا ہوتا ہے اور اللہ کی توحید کے نشہ سے سرشار ہوتے ہیں، وہ محبوب حقیقی سے ملاقات کے متمنی اور دیدار کے منتظر رہتے ہیں۔ انھیں زندگی سے زیادہ ایسی موت کی تلاش ہوتی ہے۔ یہ وہی ہستیاں ہیں جو "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" کا نعرہ بلند کرتے ہوئے جامِ شہادت پی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے دین کوترک کردوں۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ اسے چرخی پر چڑھا کر اس آگ کی دیگ میں ڈال دو۔آپ کو جب دیگ میں پھینکا جانے لگا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بادشاہ نے کہا رک جاؤ۔ ڈر گیا ہے اب یہ عیسائیت قبول کرلے گا۔

پوچھا کیوں روئے۔آپ نے فرمایا آج اس بات کا غم ہے کہ میری ایک جان ہے جو اللہ کی راہ میں قربان کررہا ہوں، کاش! میرے جسم پر جتنے بال ہیں اتنی جانیں ہوتیں اور میں ایک ایک کرکے سب اللہ کی راہ میں قربان کردیتا۔

جاں دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

قرآن جن لوگوں کے اندر تبدیلی پیدا کرتا ہے وہ شوقِ شہادت سے سرشار جان ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں۔موت کا ڈر اور دنیا کی محبت انھیں اس راستے سے ہٹا نہیں سکتی۔

⑤......حضرت حبیب بن زید مازنی انصاری رضی اللہ عنہ آپ بھی اسی قافلہ کے ایک شاہسوار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مسیلمہ کذاب کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ تو مسیلمہ نے آپ سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔آپ نے نہایت اطمینان اور دلیری سے فرمایا: وہ اللہ کے سچے رسول اور ہادیٔ برحق ہیں۔ مسیلمہ نے کہا کہ میری رسالت کا اقرار کرتے ہو یانہیں؟ فرمایا میں بہرہ ہوں مجھے تیری بات سنائی نہیں دیتی۔ (یعنی میں تجھے نبی نہیں مانتا) اس نے جلاد کوحکم دیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ کاٹتے جاؤ اور میری رسالت کا اقرار کراؤ۔ تلوار چلتی ہے ایک جوڑ کٹتا اور آپ کی زبان مبارک سے "اشھد ان محمدا رسول الله" نکلتا ہے۔جلاد دوبارہ پوچھتا ہے کہ مسیلمہ کو نبی مانتے ہو۔انکار ہوتا ہے تو دوسرا جوڑ کٹتا ہے۔ زبان سے "اشھد ان محمدا رسول الله" کا اقرار کرتا ہے۔اسی طرح جسم کے سارے جوڑ کٹ جاتے ہیں۔ جان اپنے رب کے لیے قربان کردیتے ہیں لیکن وفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آنچ نہیں آنے دیتے۔

اسی طرح کے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلال حبشی، صہیب رومی، عمار بن یاسر اور ان کی والدہ سمیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں۔

قرآن نے صحابہ کرام کی زندگیوں میں جو انقلاب برپا کیا اس کا مختصر مگر ایک حسین منظر حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

''دینی ماحول، روحانی فضا اور ایمانی کیفیت کی بستی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پرورش پائی۔اس بستی کے حالات حدیث کے ذریعے سے معلوم ہوسکتے ہیں۔اس بستی میں صرف کاشانہ نبوت کا ہی دروازہ نہیں کھلا ہوا ہے جسے دیکھنے والوں کو یہ سب نظر آتا ہے بلکہ صحابہ کرام کے گھروں کے دروازے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ان گھروں کی زندگی، طرزِ معاشرت، ان کی راتوں کوسوز وگداز ان کے دنوں کی گرمی جہاد، ان کی بازاروں میں مصروفیت، مسجدوں میں ان کی سجدہ ریزیاں، ان کی بےنفسی وللّٰہیت، ان کا کمال انقیاد واطاعت، ان کی بشری لغزشیں اور توبہ وانابت الی اللہ کے مناظر سب نظر آتے ہیں۔

غزوہ تبوک سے بچھڑ جانے والے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری اگر نظر آتی ہے تو عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی سنائی دیتا ہے کہ جھولی

کی کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے کون اس کا انتظار کرے۔
وہ ناز ونعم میں پلے ہوئے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی درویشانہ زندگی اور غزوۂ احد میں پرچم اسلام کی حفاظت میں یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کا کٹوانا اور بالآخر شہید ہوجانا بھی نظر آتا ہے۔ وہ ایک پاؤں سے معذور (لنگڑا) عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا بڑے الحاح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت مل جانے پر میدان میں اکڑتے ہوئے جاتے بھی دکھائے دے رہا ہے وہ دعا مانگ رہے ہیں۔"اللھم لا تردنی الی اھلی" (اے اللہ! مجھے گھر والوں کی طرف نہ لوٹانا) بالآخر اس لنگڑی ٹانگ سے جہاد کرتے کرتے ان کا شہید ہوجانا بھی نظر آتا ہے۔ وہ حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کی ابھی ابھی شادی ہوئی ہے اور اپنی دلہن کے ساتھ پہلی رات گزارنے کے بعد ابھی غسل بھی نہیں کیا اور غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر بے تابانہ میدان جہاد کی طرف چلے جانا اور شہید ہوجانا بھی نظر آتا ہے۔ وہ بئر معونہ کے قصہ میں عامر بن طفیل کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ پیش کرنے والے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حرام کے جب عامر بن طفیل نے نیزہ مارا اور وہ پار ہوگیا تو ان کا یہ کہا"فزت برب الکعبة" (رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا) بھی سنائی دیتا ہے۔ یہاں سعد بن ابی وقاص کے وہ الفاظ جو جنگ قادسیہ میں رستم سے کہے تھے۔

"فَاِنَّ مَعِی قوما یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ کَمَا یُحِبُّ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ ۔"

''میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم شراب کو پسند کرتے ہو۔''

کامل اطاعت اور بے مثال و بے نظیر تعمیل حکم کے کیسے کیسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں، وہ انصاری جس نے گنبد دار مکان بنایا اور آپ نے اس پر خاموش ناراضا مندی کا اظہار فرمایا، کس طرح بے تابانہ جاتا ہے اور جا کر مکان مسمار کردیتا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد کا قصہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ ہم مجلس میں بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ میں اٹھا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کروں اور ادھر شراب ممنوع قرار دیئے جانے سے متعلق آیت نازل ہوچکی تھی، میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور میں نے آیت کریمہ ﴿فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ﴾ تک پڑھی، بس پھر کیا تھا جن کے ساغر میں کچھ شراب باقی تھی، وہ فوراً گرادی گئی اور جو شراب ہونٹوں میں پہنچ گئی تھی وہ فوراً تھوک دی گئی۔

اللہ اللہ! اطاعت کی کیسی حیرت انگیز تصویر نظر آتی ہے۔ جب عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ اہل یثرب کو علم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنے باپ کا کوئی فرماں بردار نہیں۔ لیکن اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں تو میں اس کا سر کاٹ کر لے آتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، لیکن اس نے عہد کرلیا کہ میرے باپ نے جو یہ کہا ہے کہ اگر مدینہ واپسی ہوتی تو جو معزز ہوگا وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ اس کا انتقام ضرور لوں گا۔ جب لوگ مدینہ پہنچے تو عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ مدینہ کے دروازے پر تلوار لیے اپنے باپ کے انتظار میں نظر آتا ہے۔ جب باپ آتا ہے تو کہتا ہے''خدا کی قسم! تم مدینہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتے۔''

لوگ ہر چند سمجھاتے ہیں لیکن ماں باپ، خاندان، عزیز واقارب سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کو ترجیح دینے والا عبداللہ کہتا ہے''خدا کی قسم! یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مدینہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔''

اطاعت اور فرماں برداری کا کیسا عجیب منظر دیکھنے میں آتا ہے جب کہ سعد بن معاذ انصاری غزوہ بدر سے پہلے اپنی اور اپنی قوم کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا یقین دلاتے ہوئے عرض کررہے ہیں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے مال ودولت میں سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں دے دیں، جو کچھ ہم سے لے لیں گے وہ اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ چھوڑ دیں گے اور جس بارے میں جو کچھ حکم فرمائیں گے ہم اس کے تابع ہوں گے۔ خدا کی قسم! اگر آپ سمندر میں گھوڑے ڈال دیں گے تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے۔

محبت وجاں نثاری کے ایسے ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ

عشاق واہل محبت کی تاریخ میں بھی سننے کو نہیں آتے۔ یہ دیکھئے حضرت خبیب ﷛ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا گیا ہے، کفار کہتے ہیں کہ اب تم پسند کرو گے کہ محمد ﷺ تمہاری جگہ ہوں، وہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور میں چھوٹ جاؤں۔

یہ سعد بن ربیع غزوۂ احد میں جن کے جسم پر تلوار کے ستر زخم ہیں، ان کی تلاش میں زید بن ثابت ﷛ رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچاتے ہیں۔ سعد بن ربیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام عرض کرو اور میرا حال بتا دو کہ میں اس وقت جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہہ دو، اگر رسول اللہ ﷺ کو کچھ ہوگیا، اس حال میں اگر تم میں سے ایک آنکھ بھی حرکت کرسکتی ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

اسی اُحد کے قصہ میں انس بن نضر نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کو مغموم دیکھ کر اور یہ کہتے سن کر حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے، پورے جوش سے کہہ رہے ہیں ''جس دین پر آپ ﷺ نے جان دی ہے ہم بھی اسی پر اپنی زندگی نچھاور کردیں گے'' اسی نعرہ فدائیت وجاں نثاری کے بعد دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اَسّی زخم جسم پر کھانے کے بعد جامِ شہادت نوش کرتے ہیں۔

وہ دیکھئے عمار بن زیاد اسی غزوہ احد میں شہید ہو رہے ہیں، سسکیاں لے رہے ہیں اور اس حالت میں گھسٹتے گھسٹتے اپنا سر نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدموں میں رکھ کر اپنے رخسار نبی اکرم ﷺ کے تلوؤں سے لگا رہے ہیں اور ابو دجانہ ﷛ کو دیکھئے کہ اس نے اپنے پیٹ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ڈھال بنا رکھا ہے۔ تیر پہ تیر لگ رہے ہیں اور وہ حرکت نہیں کر رہے۔ انھی کے ساتھ حضرت طلحہ ﷛ کو دیکھئے کہ اپنے ایک ہاتھ کو حضور ﷺ کے لیے ڈھال بنا رکھا ہے۔ آپ کی طرف آنے والے تیروں کو ہاتھ سے روک رہے ہیں یہ ہاتھ شل ہوگیا۔ اور ایک انصاری عورت کو دیکھئے کہ اس کا باپ، بھائی اور شوہر احد کے دن سب شہید ہوگئے ہیں۔ وہ گھر سے نکلی ہے اور غزوہ سے واپس آنے والوں سے پوچھتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگ کہتے ہیں بحمد اللہ عافیت سے ہیں۔ لیکن وہ کہتی ہے مجھے دکھاؤ میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں، جب آپ کو دیکھ پاتی ہے تو کہتی ہے، ترجمہ: (آپ ﷺ سلامت ہیں تو سب مصیبت ہیچ ہے۔)

یہ ہے وہ مہذب معاشرہ جو قرآنِ حکیم کی انقلابی دعوت اور پیغمبر رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ تربیت کے نتیجہ میں وجود میں آیا۔



حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی اہلیہ کی وفات پر تعزیت

مؤرخِ اہل حدیث، مصنف کتب کثیرہ، حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ کی اہلیہ کی وفات حسرت آیات پر دفتر الاعتصام میں بذریعہ ٹیلی فون، خطوط تعزیتی پیغامات وصول ہوئے ہیں۔ ان حضرات کے نام درج کیے جارہے ہیں جنھوں نے مرحومہ کی مغفرت کے لیے دعائیں کی ہیں۔

① ...... مولانا محمد یاسین شاد۔ ملتان

② ...... انجینئر میاں عبدالسلام آؤٹ فال روڈ۔ لاہور

③ ...... محمد رمضان یوسف سلفی صاحب۔ فیصل آباد

④ ...... ابوالاحتشام حمزہ طور۔ گوجراں والا

⑤ ...... حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی۔ کوٹ رادھا کشن

⑥ ...... مولانا محمد ابراہیم منصور پوری۔ کوٹ رادھا کشن

⑦ ...... مولانا قاضی محمد رمضان صدیقی۔ خطیب منڈی بہاؤالدین

⑧ ...... مولانا محمد اقبال فاروقی۔ مظفر گڑھ

⑨ ...... ڈاکٹر محمد یونس صاحب۔ مدیر ماہنامہ خیر البشر لاہور

[ادارہ]

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی!

جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے

مسواک

ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ



قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مسواک جو ہے مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ میں، اس کے مسواک ایڈوانٹیج سے دانتوں اور مسوڑھوں کو ملے مضبوطی، خوبصورتی، چمک اور ساتھ مہکتی سانسیں۔

مسواک Advantage یعنی ہر دم، ہر پل

ہمدرد

FOCAL POINT

چند الفاظ کی صحت

حیات عبداللہ (کہروڑپکا)

میں اکثر اپنے دوستوں کو یہ بات کہتا ہوں کہ اردو زبان کو بگاڑنے میں اساتذہ، خطیب اور صحافیوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تین طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ہی اردو زبان کی اصلاح میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں رحمہ اللہ کے متعلق یہ بات معروف ہے کہ انھوں نے اپنے سگے بھانجے کو محض اس لیے ملازمت سے سبک دوش کر دیا تھا کہ اس نے ''زمیندار'' اخبار میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں لفظ ''فوتگی'' استعمال کر دیا تھا۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ''فوتگی'' قواعد کی رو سے غلط ہے۔ مگر آج تو اس پر بھی ''قناعت'' نہیں کی گئی فوتگی سے فوتید گی بھی بنا لیا گیا ہے۔

❀......**دلبر داشتہ:** غلط تلفظ اور غلط املا سے الفاظ کے معانی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً: اخبارات میں اکثر اس طرح کے جملے پڑھنے میں آتے ہیں کہ ''ایک لڑکی نے حالات سے دلبر داشتہ ہو کر خودکشی کر لی۔'' ''دلبر داشتہ'' کی یہ املا غلط ہے۔ املا غلط ہونے سے اس کے معانی وہ نہیں رہے جن کا یہ جملہ متقاضی ہے۔

''دلبر'' کے معنی ہیں محبوب اور ''داشتہ'' کا مطلب ہے رکھی ہوئی شے یا بے نکاحی عورت۔ یہ غلط املا کی کرشمہ سازی ہے کہ اس لفظ کے معانی بالکل ہی تبدیل ہو گئے۔ صحیح املا ''دل برداشتہ'' ہے۔ اسی طرح بہت سے احباب اپنے کالموں میں غلط اور بے وزن اشعار لکھ دیتے ہیں جن سے قاری کا سارا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔ ایسے اشعار کا تذکرہ اپنے کسی اور کالم میں کروں گا فی الحال چند ایسے الفاظ پر توجہ دیجیے جنھیں بڑے دھڑلے کے ساتھ غلط لکھا جا رہا ہے۔

❀......**جانثار:** شاید ہی کوئی اخبار یا رسالہ اس لفظ کو درست املا کے ساتھ لکھتا ہو۔ ''جا'' فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اِس کے معانی ہیں جگہ، مقام، ٹھکانا۔ ''جانا'' مصدر سے یہ صیغہ امر بھی ہے۔ ''جانثار'' کے معانی ''جگہ قربان کرنے'' کے ہوئے جب کہ جملے میں جان قربان کرنے کی بات ہوتی ہے۔ درست لفظ ''جاں نثار'' ہونا چاہیے۔ مگر املا میں نون غنہ کو حذف کر کے اسے ''جانثار'' بنا دیا جاتا ہے جو کہ غلط ہے۔

❀......**خورد بین:** خورد بین کیا ہے؟ اس کے متعلق لوگ اچھی طرح جانتے ہیں مگر یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس کی درست املا خورد بین نہیں ''خرد بین'' ہے۔ ''خرد'' فارسی زبان کا لفظ ہے اس کے معانی ہیں چھوٹا، کم عمر وغیرہ۔ ''بین'' بھی فارسی زبان ہی کا لفظ ہے۔ یہ مرکبات میں استعمال ہوتا ہے معنی ہے ''دیکھنے والا''۔ چناں چہ ''خرد بین'' کا مطلب ہے ''وہ آلہ جس کی مدد سے چھوٹی چیز کو دیکھا جائے۔'' اب خورد بین پر غور کریں۔ ''خورد'' کا معنی ہے ''کھانا'' جب کہ ''بین'' کا مطلب اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یقیناً آپ جان گئے ہوں گے کہ ''خرد بین'' کو ''خورد بین'' لکھنے سے معانی کیا سے کیا ہو گئے۔

❀......**نکتہ نظر:** میں نے پہلے بھی اپنے ایک مضمون میں عرض کی تھی کہ اس کی درست املا ''نقطہ نظر'' ہے۔ اسے انگریزی میں Point of view کہتے ہیں۔ Point کا معنی ''نقطہ'' ہے ''نکتہ'' نہیں۔

❀...... **برائے مہربانی:** چھٹی کی درخواست میں اکثر لوگوں کو یہ جملہ لکھتے ہوئے دیکھا گیا ہے کہ ''برائے مہربانی مجھے ایک یوم کی

رخصت عنایت کی جائے‘‘۔ ’’برائے مہربانی‘‘ کا مطلب ہے ’’مہربانی کے لیے‘‘ اب جملہ یوں ہوا کہ مہربانی کے لیے مجھے ایک یوم کی رخصت عنایت کی جائے۔ درست لفظ ’’براہِ مہربانی‘‘ ہے۔

❀...... **اسب گول:** ’’اسب گول تے کچھ نہ پھرول‘‘۔ مگر جناب! ہم کچھ نہ کچھ ضرور ’’پھرولیں‘‘ گے۔ اِس لیے کہ ’’اسب گول‘‘ یا ’’اسب غول‘‘ دونوں ہی غلط ہیں۔ درست لفظ ’’اسپ غول‘‘ ہے۔

’’اسپ‘‘ فارسی میں گھوڑے کو کہتے ہیں اور ’’غول‘‘ کا مطلب ہے ’’کان‘‘۔ چوں کہ اس کا پودا گھوڑے کے کان جیسا ہوتا ہے اس لیے اسے ’’اَسپ غول‘‘ کہا جانے لگا۔ مگر یار لوگوں نے اسے ’’اسب گول‘‘ بنا کر رکھ دیا۔

❀...... رہائش: رہیدن سے حاصل مصدر ہے۔ معانی ہیں ’’نجات، چھٹکارا یا خلاصی‘‘۔ معلوم نہیں کہ اسے قیام اور سکونت کے لیے کس نے اور کیوں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ کیا میں توقع رکھوں کہ آج کے بعد آپ اس لفظ کو قیام اور سکونت کے لیے استعمال نہیں کریں گے۔

❀...... وطیرہ: وطیرہ بے معنی لفظ ہے۔ درست لفظ ’’وتیرہ‘‘ ہے۔ اس کا مادہ ’’وتر‘‘ ہے اور ’’معانی ہیں دستور، روش، نہاد وغیرہ‘‘۔ امید ہے آج سے آپ اس لفظ کو درست املا کے ساتھ لکھنے کا ’’وتیرہ‘‘ اپنائیں گے۔

❀......قرضِ حسنہ: ایک جملہ ملاحظہ کیجیے: ’’میں نے اسلم سے قرضِ حسنہ لیا ہے‘‘۔ فقرے کے آخر میں ’’لیا ہے‘‘۔

اِس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ’’قرض‘‘ اردو میں مذکر ہے مؤنث نہیں۔ اس لیے قرضہ حسنہ کی بجائے ’’قرض حسن‘‘ لکھنا اور بولنا چاہیے۔ چناں چہ درست فقرہ یوں ہوگا ’’میں نے اسلم سے قرضِ حسن لیا ہے۔‘‘

❀......مخیّر: بہت سے خطیب اپنے مدارس کی تعمیر کے لیے چندہ اکٹھا کرتے وقت یہ جملہ بولتے ہیں کہ ’’مخیّر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔‘‘ یہ لوگ سخی یا فیاض کے لیے مخیّر کا لفظ استعمال کرتے ہیں جب کہ ’’مخیّر‘‘ اگر یے کی زیر سے پڑھیں تو اُس کے معنی ہیں: کسی معاملے میں اختیار دینے والا (اسم فاعل) اور اگر یے کی زبر سے پڑھیں (اسم مفعول) تو وہ شخص جس کو اختیار دیا گیا ہو۔ سخی یا فیاض کے لیے ’’خیّر‘‘ استعمال کیجیے۔ یعنی ’’خ‘‘ پر زبر ’’ی‘‘ پر زیر اور شد اور ’’ر‘‘ پر جزم۔

’’سنہری موقع‘‘: ’’امتحان میں کامیابی کا یہ سنہری موقع ہے۔‘‘ لفظ موقع مذکر ہے۔ چناں چہ اس کے ساتھ سنہری کی بجائے ’’سنہرا‘‘ لکھنا اور بولنا چاہیے۔



ہفت روزہ الاعتصام، لاہور کی اشاعت خاص

بیاد

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ

تاریخ علمائے اہل حدیث میں ایک گراں قدر اضافہ

عنوانات

❀ سوانح ❀ شخصیت ❀ 60 سالہ علمی تگ وتاز ❀ صحافتی وملّی خدمات

❀ سیاسی کردار ❀ منتخب خطوط ❀ نادر تحریریں ❀ منظوم خراجِ عقیدت

صفحات: 1230 عمدہ جاپانی کاغذ قیمت: -/400 روپے

ملنے کے پتے

○ ہفت روزہ الاعتصام ۳۱۔شیش محل روڈ لاہور ○ مکتبہ سلفیہ ۴۔شیش محل روڈ لاہور

○ کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور ○ مکتبہ قدوسیہ، لاہور

○ والی کتاب گھر، اردو بازار، گوجرانوالہ ○ مکتبہ اسلامیہ، لاہور وفیصل آباد

○ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی ○ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تحریک ختم نبوت (جلد پنجم)

تالیف: ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

ضخامت: ۵۱۰ صفحات

قیمت: درج نہیں

خصوصیات: مضبوط جلد، اچھا کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، اچھی طباعت

ناشر: مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

فون: 042-7351124

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کی یہ پانچویں جلد (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کے عہد پر مشتمل ہے اور آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ کی تحریروں کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

مرزا قادیانی کی ان تحریروں کا جواب الجواب شیخ الکل میاں سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں شائع کیا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی کہانی جب سے شروع ہوئی یعنی اُس نے جب اپنے آپ کو انگریزوں کی پشت پناہی حاصل کر کے عقیدۂ ختم نبوت ورسالت میں نقب لگائی تھی تو اسی وقت اہل حدیث کے سرخیل علامہ سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اور ان کے شاگرد رشید علامہ محمد حسین صاحب بٹالوی رحمہ اللہ نے مرزا قادیانی کا پیچھا شروع کر دیا تھا۔ اور استاد وشاگرد دونوں نے مرزا کی ہر تحریر، ہر چیلنج، ہر فتوے اور ہر قول کا جواب دیا اور اس طرح مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کیے رکھا کہ وہ ان کے سامنے دلائل دیتے دیتے پٹڑی سے اتر جایا کرتا تھا اور اُول فول تک بکنے لگ جاتا تھا۔ اس کا ثبوت مرزا قادیانی کی تحریروں سے بہ آسانی مل سکتا ہے۔

شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی اور علامہ محمد حسین صاحب بٹالوی علیہما الرحمہ کے دور میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو سچ اور حق ثابت نہیں کر سکا تھا۔

پھر ایک تیسرے اہل حدیث سپوت اور فاتح قادیان شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ نے تو قادیانیت کے تابوت میں ایسے کیل ٹھونکے کہ مرزا کی ''ککڑوں کوں'' بول اٹھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے احسانِ عظیم سے اس اہل حدیث سپوت نے اپنے مناظرانہ، عالمانہ، مفکرانہ داؤ پیچ ایسے استعمال کیے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو ایک خط کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے حق وسچ کا فیصلہ طلب کیا۔

یہ مشہور زمانہ خط، مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے جاری کردہ ہفت روزہ ''اہل حدیث، امرتسر'' کی اشاعت ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ یہ مرزا کی دعا ''اے اللہ سچے کی زندگی میں جھوٹے کو عبرت ناک موت (ہیضہ وطاعون) کے ذریعے ہلاک کر'' پر مشتمل تھی۔ یہ دعا قبول ہوئی اور مرزا قادیانی لاہور کے برانڈرتھ روڈ پر واقع احمدیہ بلڈنگز میں اپنے میزبان کے گھر میں ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو بہ مرض ہیضہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

یعنی جھوٹا (مرزا غلام احمد قادیانی) سچے (حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ) کی زندگی میں اپنی جان کی بازی ہار گیا اور علامہ

امرتسری رحمہ اللہ اپنی زندگی کے مزید چالیس سال گزار کر ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں آسودۂ رحمت باری ہوگئے۔

اللھم ادخلہ جنة الفردوس.

زیرِ تبصرہ کتاب کے مؤلف جناب ڈاکٹر بہاؤ الدین ایک دلچسپ شخصیت ہیں اور انھوں نے بڑے ذوق شوق کے مظاہر پیش کرکے ایک بڑا مفید کام کر دکھایا ہے۔ یہ کتاب مرتب کرکے انھوں نے نئی نسل کو اُس دور کی سیر کروا دی ہے کہ جب مرزائیوں کے بانی کو ہمارے اکابر نے ہر میدان میں رگیدا تھا اور جب قاری اس کتاب کو پڑھے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ وہ مرزا قادیانی کی تحریروں کا اثر کیسا دیکھتا ہے اور طائفہ منصورہ اہل حدیث اکابر کا جواب کیسا محسوس کرتا ہے۔ اس کتاب کا خاصہ یہ بھی ہے کہ مرزائیوں کی تحریروں کا فونٹ قدرے باریک رکھا گیا ہے جب کہ اس کا جواب قدرے موٹے فونٹ میں ہے۔

ڈاکٹر بہاؤ الدین کی مرتب کردہ ''تحریک ختم نبوت'' جو شاید آٹھ جلدوں پر مشتمل ہوگی۔ پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ، ہندوستان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث اور برطانیا میں مرکزی جمعیت اہل حدیث لندن نے اسے منصۂ شہود پر لانے کی سعی بابرکت فرمائی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی موت واقع ہوئے سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

قادیانیت کا وجود سہما سہما، ڈرا ڈرا سا ہے۔ یہ ایک سیاسی قد کاٹھ رکھنے والی جماعت بنی ہوئی ہے۔ انگریزوں کی پیداوار ہونے کے ناتے یہ اب بھی انگریزوں کی گود میں ہی بیٹھی دکھائی دیتی ہے۔ بعض کلیدی عہدوں پر ہونے کی وجہ سے عالم اسلام عموماً اور اہل پاکستان کو خصوصاً اس انگریزی زلف گرہ گیر کی اسیر پارٹی سے آنکھیں نہیں چرانی چاہئیں۔ افسوس صد افسوس کہ پاکستان کے استحکام، یک جہتی اور باہمی اخوت ومحبت میں وہ چیز نمایاں نہ رہی جو ہونی چاہیے تھی۔ اس سارے غلط ہتھکنڈوں میں خفیہ ہاتھ قادیانیت کا بھی رہا جو وہ درونِ پردہ ہمیشہ کرتے آئے، کرتے رہتے اور کرتے رہیں گے۔ اور یہ سب ان کے عزائم سے واضح ہے۔

ڈاکٹر بہاؤ الدین شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے ہمارے اکابر اور اس دور مرحومہ کی یاد تازہ کروائی جس میں مرزا غلام احمد قادیانی سے دست بہ دست پنجہ آزمائی ہوتی تھی۔ اور ہمارے اکابر فتح مند ہوا کرتے تھے۔

اس کتاب میں مرزا قادیانی کے دعاوی، غلط الہامات، انکارِ معجزات، انکارِ وحی وجبرائیل، انکارِ ختم نبوت واضح جھلکتا نظر آئے گا۔ اس دور میں جن علماء ومشائخ عظام نے مرزا کا پیچھا کیا ان کے کام اور نام سے بھی آشنائی قارئین کو ہوگی۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے جن اکابر نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جدوجہد فرمائی اور اب تک فرما رہے ہیں اللہ کریم قبول فرمائے اور خصوصاً ڈاکٹر بہاؤ الدین کو اللہ کریم اجر عظیم سے نوازے کہ انھوں نے ''دیر آید درست آید'' کے مصداق ایک مفید کام کیا ہے۔

یہ ہر لائبریری اور قادیانیت کو سمجھنے والوں کے لیے بڑی ضروری دستاویز کہی جاسکتی ہے۔

اتحادِ ملت کا نقیب، فکر اہل حدیث ہی کیوں؟

مولف: مولانا سعید احمد چنیوٹی

ضخامت: ۴۸ صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث سٹی فیصل آباد

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اس وقت ہمارے اطراف واکناف میں مذہبی سطح پر جتنی بھی فرقہ بندی، تقلید وجمود، پیر پرستی وائمہ پرستی نظر آ رہی ہے، یہ سب اسلام کی اصل یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ اور اصحاب النبی ﷺ وعلیہم الرضوان کے طریقہ عالی شان سے اغماض برتنے کے باعث ہے۔

ائمہ کرام، صلحائے امت، رہنمایانِ قوم کا یقیناً ایک اعلیٰ مقام ومرتبہ ہے۔ ان سے سب مسلمان ہر وقت اور ہر موقع پر رہنمائی لے سکتے ہیں مگر جب مکمل اطاعت اور فرماں برداری اور گردن کو جھکانے کی باری آئے گی تو اس کے لیے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ آخریں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری ہی میں راحت ملے گی۔

اطاعت وفرماں برداریٔ رسول ﷺ ہی سے اصحاب النبی علیہم الرضوان سربلند ہوئے تھے۔ اسی سے محدثین اور اسلاف نے مقام ومرتبہ حاصل کیا اور الحمد للہ آج بھی اسی طریقے پر چل کر فکر محدثین پر کاربند کوئی گروہ یا جماعت آپ کو نظر آئے گی تو وہ یقیناً اہل حدیث ہیں۔

زیر تبصرہ مختصر سا کتابچہ ہمارے گرامی قدر بھائی محترم مولانا سعید احمد صاحب چنیوٹی حفظہ اللہ نے مرتب فرمایا ہے۔ اس کتابچے کے طبع کرنے کا واحد مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مؤلف نے واضح کیا ہے کہ تقلید وجمود اور فرقہ بندی ہمارے مسائل کا کوئی حل نہیں، صرف کتاب وسنت ہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔ اس کے لیے انھوں نے فرقہ بندی کی ابتدا، تقلید کی تاریخ کو بڑے سلجھے ہوئے مختصر انداز میں بیان فرمایا ہے۔

کتابچے کے حصول کے لیے پتا: ادارہ ترجمان القرآن والسنہ ۸۷۵ کلیم شہید کالونی نمبرا، فیصل آباد، درج ہے۔ مرکزی جمعیت فیصل آباد شہر نے یہ کتابچہ شائع کر کے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مساعی کو بابرکت فرمائے اور فکر محدثین واہل حدیث کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



ہفت روزہ الاعتصام کے لیے خصوصی تعاون کی درخواست

احباب جماعت کے علم میں ہے کہ ہفت روزہ الاعتصام ایک خالصتاً مسلکی وجماعتی اور قرآن وسنت کی ابدی تعلیمات پر مبنی اشاعتی جریدہ ہے۔ یہ پاکستان کے قیام کے بعد اوّلین مسلکی رہنمائی کرنے والا اور جماعت اہل حدیث کے قدیم ترین جرائد میں سے ایک ہونے کا اعزاز بھی رکھتا ہے۔ موجودہ عالمی مہنگائی اور آئے روز کی نہ ختم ہونے والی گرانی کے باعث ''الاعتصام'' بھی متاثر ہونے والوں میں شامل ہے۔

محبّین الاعتصام ہمیشہ اپنے تعاون خاص سے اسے نوازتے رہے ہیں۔ ہم جماعت واہل خیر کی توجہ مبذول کروا رہے ہیں کہ اپنے مال کو خرچ کرتے وقت اس ادارے کے لیے بھی تعاون فرمائیں۔

اللہ کریم ضرور آپ کو اجر عظیم سے نوازے گا، ان شاء اللہ

ادارہ الاعتصام، ۱۳۔ شیش محل روڈ لاہور ۵۴۰۰۰

تمام تر سہولتوں سے مزین لاہور کی منفرد اور مثالی درسگاہ

بچوں کے روشن و تابناک مستقبل کا ضامن

مرکز اُمُ الھدیٰ

جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ

رجسٹرڈ

وفاق المدارس سلفیہ سے الحاق شدہ

بفضل اللہ تعالیٰ

ہر لحاظ سے بچوں کے تابناک روشن مستقبل کا ضامن

صحت مند پُر سکون کھُلا ماحول

دینی اور دُنیاوی علوم کا بہترین اور معیاری نظام

شعبہ

درس نظامی

میں

شعبہ

تحفیظ القرآن

داخلہ

10 شوال سے جاری ہے

تجوید و قرأت

علومِ عصریہ

کمپیوٹر کورس

بقیۃ السلف شیخ الحدیث و التفسیر

حضرت مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی

دامت برکاتہم العالیہ

الداعی الی القرآن و السنۃ

ذہین اور مستحق طلبہ کیلئے گراں قدر تعلیمی وظائف

اقامتی طلبہ کیلئے تمام تر جدید سہولتوں سے آراستہ

کینال بینک، عزیز پلی، ہربنس پورہ، لاہور۔ فون: 042-6545305 موبائل: 0300-4639354

وہ دانائے سبل، ختم الرسل ﷺ ......

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ، ہے وہی زیبا!
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا!
وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا
فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہوگئے پانی
مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختیٔ خارا!
رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا!
وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا!
محبت خویشتن بینی ، محبت خویشتن داری
محبت آستانِ قیصر وکسریٰ سے بے پروا
عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں
'کہ بر فتراکِ صاحب دولتے بستم سر خودرا،☆
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولاے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل ، وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیٓن ، وہی طٰہٰ!
سنائی کے ادب سے میں نے غوّاصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہے لاکھوں لولوے لالا!

....

☆...... یہ مصرع مرزا صائب کا ہے۔جس میں صرف ایک لفظی تغیر کیا گیا۔ [علامہ محمد اقبال]